سلسلہ تلخیصات

حج اور عمرہ

احکام ومسائل، طریقہ وآداب اور نئی مشکلات کا حل

ایفا پبلیکیشنز

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

نام کتاب	:	حج اور عمرہ - احکام ومسائل، طریقہ وآداب اور نئی مشکلات
تلخیص	:	مولانا محمد فہیم اختر ندوی
صفحات	:	۱۴۰
سن اشاعت	:	جون ۲۰۱۰ء
قیمت	:	
کمپوزنگ	:	محمد خالد

ناشر

ایفا پبلیکیشنز

۱۶۱- ایف، بیسمنٹ، جوگابائی، جامعہ نگر، نئی دہلی-۲۵

فون: 011-26983728

ای میل: ifapublications@gmail.com

فہرست

		صفحہ نمبر
	حرف آغاز	۹
۱-	پہلا باب: حج اور عمرہ — تعارف اور طریقہ	۱۳
	پہلی فصل: حج	۱۴
	حج ایک جامع عبادت	۱۴
	حج کا حکم	۱۵
	حج کا طریقہ	۱۶
	دوسری فصل: عمرہ	۲۲
	عمرہ کا حکم	۲۲
	عمرہ کا طریقہ	۲۳
	تیسری فصل: عورت اور حج، عمرہ	۲۵
	عورت کے لئے حج، عمرہ کا طریقہ	۲۵
	چوتھی فصل: حج کی قسمیں:	۲۸
	حج کے اقسام	۲۸
	اہل مکہ کے لئے حج افراد	۲۹
	حج کی افضل قسم	۳۱
۲-	دوسرا باب: حج کی فرضیت — شرعی احکام	۳۲
	پہلی فصل: حج کی فضیلت:	۳۳

حج کی شرعی اہمیت ۳۳
دوسری فصل: حج کا حکم ۳۶
حج کی فرضیت ۳۶
حج کی استطاعت ۳۷
اول: اخراجات ۳۸
دوم: صحت وتندرستی ۳۹
سوم: راستہ پرخطر نہ ہو ۴۰
تیسری فصل: حج کا وقت ۴۱
فرض حج کا وقت ۴۱
چوتھی فصل: عورت کے لئے حج کا حکم ۴۴
عورت پر حج کی فرضیت ۴۴
شوہر یا محرم کا ساتھ ہونا ۴۵
دوران عدت حج ۴۶
پانچویں فصل: حج بدل ۴۸
حج بدل کا حکم ۴۸
حج بدل کب ضروری ہے ۵۰
حج بدل کرنے والا ۵۲
۳- تیسرا باب: حج کی ابتداء—میقات اور احرام اور ان کے شرعی احکام ۵۵
پہلی فصل: آداب روانگی ۵۶

حج کے لئے روانگی کے آداب ۵۶
دوسری فصل: میقات اور ان کے احکام ۵۹
میقات-احکام حج کا مقام آغاز ۵۹
پانچ میقات ۵۹
اہل میقات ۶۱
اہل حل ۶۱
اہل حرم ۶۱
حدود حرم ۶۱
میقات سے پہلے احرام ۶۲
بغیر احرام میقات سے گذرنا ۶۳
میقات زمانی ۶۵
تیسری فصل: احرام اور اس کے احکام ۶۷
احرام-احکام حج کا وقت آغاز ۶۷
احرام کا مسنون طریقہ ۶۸
حالت احرام کی ممنوعات ۷۰
اول: لباس سے متعلق ۷۰
دوم: جسم سے متعلق ۷۱
سوم: شکار سے متعلق ۷۲
چہارم: جنسی تعلق ۷۶
ممنوعات احرام کے ارتکاب کا کفارہ ۷۷

ارتکاب کی نوعیت ۷۷
ممنوع عمل کی نوعیت ۷۹
اول: لباس سے متعلق غلطی ۷۹
دوم: خوشبو سے متعلق غلطی ۸۰
سوم: بال وناخن سے متعلق غلطی ۸۰
چہارم: شکار سے متعلق غلطی ۸۱
پنجم: جنسی عمل سے متعلق غلطی ۸۲
۴- چوتھا باب: حج کے پانچ دن —ہر دن کے اعمال اور
ان کے شرعی احکام ۸۵
پہلی فصل: حج کا پہلا دن: ۸۶
یوم الترویہ (۸؍ذی الحجہ) ۸۷
منیٰ میں آمد ۸۷
دوسری فصل: حج کا دوسرا دن: ۸۹
یوم عرفہ (نویں ذی الحجہ) ۸۹
وقوف عرفہ کا حکم ۸۹
وقوف کا وقت ۹۰
وقوف کی جگہ ۹۱
وقوف کا طریقہ ۹۱
مزدلفہ میں آمد ۹۲
مزدلفہ سے منیٰ کے لئے روانگی ۹۳

تیسری فصل: حج کا تیسرا دن: ۹۵
یوم النحر (دس ذی الحجہ) ۹۵
رمی جمرہ ۹۷
رمی کا طریقہ ۹۸
رمی کا وقت ۹۸
رمی کا حکم ۹۹
رمی میں نیابت ۹۹
قربانی ۱۰۱
قربانی کا وقت ۱۰۲
قربانی کی جگہ ۱۰۳
سر کے بال کٹوانا ۱۰۳
حلق کا وقت ۱۰۴
تقصیر کی مقدار ۱۰۵
عورت کے لئے سر کے بال کٹانا ۱۰۵
حلق کا طریقہ ۱۰۵
حلق کے بعد ۱۰۶
طواف افاضہ ۱۰۶
طواف افاضہ کا وقت ۱۰۷
طواف افاضہ کے بعد سعی ۱۰۷
حیض یا نفاس کی حالت میں طواف افاضہ ۱۰۸

	طواف افاضہ کے بعد	۱۱۰
	چوتھی فصل: حج کا چوتھا دن:	۱۱۱
	یوم تشریق اول (گیارہ ذی الحجہ)	۱۱۱
	رمی جمرات	۱۱۱
	حکم	۱۱۲
	وقت	۱۱۳
	پانچویں فصل: حج کا پانچواں دن:	۱۱۴
	یوم تشریق دوم (بارہ ذی الحجہ)	۱۱۴
	رمی کے بعد	۱۱۴
	طواف وداع	۱۱۵
	طواف وداع کن لوگوں کے لئے؟	۱۱۵
	حیض ونفاس والی عورت کے لئے طواف وداع	۱۱۶
	طواف وداع کا وقت	۱۱۷
	طواف وداع کے بعد	۱۱۷
۵-	**پانچواں باب: حج کے مسائل**	۱۱۸
	پہلی فصل: اعمال حج کے درجات	۱۱۹
	دوسری فصل: حج سے رکاوٹ (احصار)	۱۲۸
	فقہی سمینار کے فیصلے	۱۳۶

☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

حج اسلام کی عمارت کا پانچواں ستون ہے۔ یہ مالی عبادت بھی ہے اور جسمانی عبادت بھی۔ یہ سال میں ایک بار ادا کی جاتی ہے اور زندگی میں صرف ایک بار فرض ہوتی ہے۔ یہ عبادت اللہ کے پہلے گھر حرم کعبہ اور اس کے گردو پیش میں ہی بجالائی جاتی ہے۔ حج اسلام کی عظیم اجتماعیت کا شاندار مظہر بھی ہے۔ اس میں پانچ دنوں تک اتحاد اور مساوات کا بے مثال منظر قائم رہتا ہے، جہاں ایک لباس، ایک ادا، ایک آواز اور ایک صدا ہوتی ہے۔ حج وہ موقع ہے جہاں دنیا سے بے رغبتی، مادیت میں روحانیت، غناء میں فقر اور لاکھوں کے ہجوم میں اپنے پروردگار کے ساتھ قرب و راز و نیاز کی لذت ہر حاجی کو نصیب ہوتی ہے۔ حج کی عبادت جو عورت کے لئے افضل جہاد، ذکر و یاد الٰہی جس کی غرض، گذشتہ تمام گناہوں سے پاکی جس کا نتیجہ اور جنت کے بالا خانے جس کی یقینی منزل ہے، جن نصیبہ وروں کو یہ سعادت میسر آتی ہے وہ اس کے لئے پوری تیاری کرتے ہیں۔ تیاری روحانی و اخلاقی بھی ہوتی ہے، انتظامی اور سفری بھی اور علمی و تعلیمی بھی۔ اپنے تمام قرضوں اور بقایہ

جات کی ادائیگی، اپنوں سے حسن سلوک اور بیگانوں سے اپنائیت، معافی تلافی اور حق والوں سے معاملہ کی صفائی۔ پھر اپنے اعمال کی اصلاح، گناہوں پر ندامت، نمازوں کی پابندی، دعاء و استغفار۔ اور اس کے ساتھ ساتھ حج کے مناسک کی تعلیم، اعمال حج کی ترتیب، احکام اور اذکار دونوں کو سیکھنا، جاننا اور یاد کرنا۔ ان تیاریوں کے بعد اور اس روحانی وشرعی ماحول میں حج ادا ہوتا ہے تو یہ حج ''مبرور ومقبول'' ہو کر آخرت میں جنت کا ضامن بنتا ہے اور ایسا حاجی دنیا میں اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے والے بچہ کی طرح صاف و شفاف اور پاک و طاہر بن جاتا ہے۔ اللہ ہر مسلمان کو حج مبرور کی سعادت سے سرفراز فرمائے (آمین)۔

حج کے مناسک کی تعلیم اور علمی تیاری کے لئے مختلف زبانوں میں قیمتی کتابیں لکھی گئی ہیں، اردو کا دامن بھی ان گراں مایہ موتیوں سے آراستہ ہے۔ اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا) نے حج اور عمرہ سے متعلق نئے مسائل کو بھی موضوع بحث بنایا اور موجودہ دور کی پیدا کردہ دشواریوں کا حل قرآن وسنت کی روشنی میں فراہم کیا، اکیڈمی کے دسویں فقہی سمینار میں حج اور عمرہ سے متعلق متعدد نئے مسائل پر تقریباً دوسو اہل علم نے باتفاق رائے فیصلے کئے، اس سمینار میں تقریباً پچاس علمی وتحقیقی مقالات پیش ہوئے، جو سمینار کے مباحثوں اور فیصلوں کے ساتھ کتابی صورت میں اکیڈمی کی جانب سے طبع ہو چکے ہیں۔

اکیڈمی نے ایک نئے سلسلہ کا آغاز کیا ہے جس میں اکیڈمی میں زیر بحث آنے والے موضوعات پر علاحدہ علاحدہ ایک ایسی جامع تلخیص پیش کرنا مقصود ہے جو مختصر ہو، سہل اسلوب اور آسان زبان میں ہو، اس میں صرف نئے مسائل پر اکتفاء کرنے کے بجائے

موضوع کے تمام ضروری پہلوؤں کا احاطہ کیا گیا ہو، اس موضوع سے متعلق جو نئے مسائل اس اکیڈمی یا دیگر اکیڈمیوں میں زیر غور آئے، ان کا بالخصوص ذکر کیا گیا ہو، اور ساتھ ہی ہر فقہی مسئلہ کے ساتھ قرآنی آیات اور احادیث نبویہ کے دلائل ذکر کئے گئے ہوں۔ یہ سلسلہ وقت کی ضرورت ہے تاکہ بڑے پیمانہ پر اردو داں طبقہ ان عصری موضوعات پر آسانی و اختصار کے ساتھ شرعی معلومات حاصل کر سکے۔ اور یوں ان کی زندگی شریعت کی ڈگر پر آتی جائے۔

اس سلسلہ کی پہلی کڑی کے طور پر ''مشینی ذبیحہ'' کے موضوع پر جامع تلخیص تیار ہو چکی ہے، یہ اس کی دوسری کڑی ہے، اس میں بھی پہلی تلخیص ہی کی طرح کوشش کی گئی ہے کہ اوپر مذکورہ طرز و نہج کی پوری رعایت برقرار رہے۔ اس طرح زیر نظر کتاب ''حج وعمرہ'' میں درج ذیل خصوصیات آ گئی ہیں:

☆ یہ رسالہ مختصر ہے لیکن حج اور عمرہ سے متعلق تمام ضروری مسائل کا جامع ہے۔

☆ اسلوب اور ترتیب مضامین کو سہل بنایا گیا ہے، نیز زبان آسان رکھی گئی ہے۔

☆ ہر مسئلہ کے ساتھ اس کی دلیل قرآنی آیات یا احادیث نبویہ سے حتی الوسع دی گئی ہے۔

☆ جن مسائل میں ائمہ مجتہدین کی آراء کا اختلاف ہے، ضروری حد تک ان کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

☆ حج سے متعلق نئے مسائل اور جدید مشکلات نیز خواتین کو درپیش مسائل کے شرعی حل پیش کئے گئے ہیں۔

اہل علم کے مفید مشورے اس کو مزید بہتر بنانے میں معاون ثابت ہوں گے اور اس میں پائی جانے والی امکانی غلطیوں کی اصلاح کا باعث بن کر وہ عند اللہ ماجور ہوں گے۔

محمد فہیم اختر ندوی

پهلا باب:

حج اور عمرہ- تعارف اور طریقہ

پہلی فصل: حج

حج ایک جامع عبادت

حج کا حکم

حج کا طریقہ

دوسری فصل: عمرہ

عمرہ کا حکم

عمرہ کا طریقہ

تیسری فصل: عورت اور حج وعمرہ

عورت کے لئے حج اور عمرہ کا طریقہ

چوتھی فصل: حج کی قسمیں

حج کے اقسام

اہل مکہ کے لئے حج افراد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پہلی فصل:

حج

حج - ایک جامع عبادت:

حج اسلام کے پانچ بنیادی ارکان میں سے ایک رکن ہے۔کلمۂ شہادت پڑھ کر جب انسان اقرار کرلیتا ہے کہ حقیقی معبود صرف اللہ ہے، اس کی خدائی میں کوئی شریک نہیں ہے، اور محمد عربی ﷺ اللہ کے برحق آخری رسول ہیں،تو بندہ کو اس کے رب کی جانب سے سب سے پہلا حکم یہ ملتا ہے کہ وہ دن ورات میں پانچ بار اس کی یاد کے لئے نماز قائم کرے۔ بندگی اور اطاعت کا اظہار کرنے والی یہ نماز ہر جگہ پڑھی جاتی ہے، روزانہ ادا کی جاتی ہے اور اپنے جسمانی وجود کے ساتھ بجالائی جاتی ہے۔ یہ جسمانی عبادت ہے۔ پھر حکم ہوتا ہے کہ سال کے ایک ماہ رمضان مقدس میں صبح سے شام تک روزہ رکھا جائے۔ اس میں دن بھر کھانا پینا اور جنسی خواہشات ممنوع رہتی ہیں اور رات میں ان کی اجازت ہوتی ہے۔ سال کے ایک ماہ کی یہ عبادت بھی جسم کی عبادت ہے۔ تیسرا حکم یہ ہے کہ پروردگار نے جس شخص کو مال ودولت سے نوازا ہے، اپنی ضروریات پوری کرکے بھی کچھ مال اس کے پاس بچ رہے تو وہ زائد مال میں سے ایک چھوٹا حصہ یعنی بقدر نصاب مال میں ڈھائی فیصد سال میں صرف ایک بار نکال کر محتاج لوگوں کو دے دے۔ یہ حکم سال میں ایک مرتبہ ہے اور اس میں مال خرچ کیا جاتا ہے، پس یہ مالی عبادت ہے۔ اس کے بعد

حج کا حکم ہے۔ حج کیا ہے؟ ایک ایسی عبادت جس میں بندہ اپنے رب کی محبت وعشق میں سرمست وسرشار ہوتا ہے۔ وہ دنیا کی محبت اور اپنی شان وعظمت کا لبادہ اتار پھینکتا ہے، اور دو بے سلی چادریں خالی بدن پر لپیٹ کر سراپا عاجزی وانکسار بن جاتا ہے۔ اپنے مزین محلوں اور عالیشان مکانات سے نکل کر مکہ کی وادیوں اور منیٰ وعرفات کے میدانوں میں دوڑا چلا آتا ہے۔ اب یہاں صبح کہیں ہے شام کہیں۔ کھلے میدان میں کھڑا گریہ وزاری میں مصروف ہے۔ پروردگار کے ایک سادہ لیکن پرعظمت گھر کے گرد چکر لگاتا ہے۔ وہاں سے نکلتا ہے تو دو پہاڑیوں کے بیچ دوڑنے لگتا ہے۔ ایک بے خودی اور وارفتگی کا عالم ہے۔ زبان ذکر ودعا میں مشغول ہے۔ دل کی دنیا میں ایمان ومحبت کی بہار آئی ہوئی ہے اور عقل خاموش تابعدار بنی ہے۔ آنکھیں اس جاہ وجلال کے منظر سے کبھی دمک رہی ہیں اور کبھی احساس ندامت سے ٹپک رہی ہیں۔ جذبات کی اسی سرشاری میں وہ جمرات کو کنکریاں مار کر اپنے نفس کے شیطان کو بھگاتا ہے۔ اپنی بے جا خواہشات کو قربان کرتے ہوئے جانور کو ذبح کرتا ہے۔ پھر خود اپنے سر کے بال بھی کٹواتا ہے۔ کیسی کیسی ادائیں ہیں؟ اور کیوں ہیں؟ صرف اس لئے کہ مالک وآقا کا حکم ہے اور اس کو یہ پسند ہے۔ یہی حج کی عبادت ہے۔ یہ مالی عبادت بھی ہے، اور جسمانی عبادت بھی۔ اس میں جذبات عشق ومحبت کی تسکین بھی ہے اور سنت عاشقان کی پیروی بھی۔ ایسی عبادت جب مکمل ہوجاتی ہے تو بندہ اپنی ہر غلطی وکوتاہی سے پاک ہوچکا ہوتا ہے اور نئی زندگی شروع کرتا ہے۔ ٹھیک جیسے آج ہی اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو۔ اور رحیم وکریم آقا کی رحمتوں کو سمیٹے اپنے گھر لوٹتا ہے۔

حج کا حکم:

حج اسلام کا ایک رکن اور فریضہ ہے۔ یہ استطاعت رکھنے والوں پر واجب ہے۔ اور زندگی میں صرف ایک مرتبہ ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"ولله على الناس حج البيت من استطاع إليه سبيلاً" (آل عمران: ۹۷)۔

(اور لوگوں کے ذمہ ہے حج کرنا اللہ کے لئے اس مکان کا (یعنی) اس شخص کے ذمہ جو وہاں تک پہنچنے کی طاقت رکھتا ہو)۔

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"الحج مرة فمن زاد فهو تطوع" (ابوداؤد مناسک الحج، حدیث نمبر ۲۵۷۳)۔

(حج ایک مرتبہ ہے اور جو اس سے زائد کرے وہ نفل ہے)۔

حج کے احکام کا تفصیلی ذکر دوسرے باب میں آ رہا ہے۔

حج کا طریقہ:

عرب کے شہر مکہ مکرمہ میں اللہ کا پہلا گھر خانہ کعبہ ہے۔ اسی کے قریب صفا اور مروہ نام کی دو پہاڑیاں ہیں۔ مکہ سے قریبی فاصلہ پر منیٰ کا میدان ہے۔ وہاں سے قریب ہی مزدلفہ کا میدان ہے۔ پھر عرفات کا میدان ہے۔ مکہ مکرمہ کے چاروں جانب کچھ فاصلہ پر حدیں مقرر کردی گئی ہیں۔ یہ حدیں میقات کہلاتی ہیں۔ ان میقاتوں سے پہلے ہی احرام باندھ کر مکہ مکرمہ آنا اور یہاں خانہ کعبہ کا طواف، صفا و مروہ کے درمیان سعی، میدان عرفات اور مزدلفہ میں ٹھہرنا، منیٰ کے میدان میں جمرات پر کنکریاں مارنا، یہیں جانور کو ذبح کرنا، اپنے بال کٹوانا اور طواف کعبہ کرنا وغیرہ حج کہلاتا ہے۔ حج کے لئے جس طرح کچھ مقامات مخصوص ہیں کہ ان ہی جگہوں پر جا کر حج مکمل ہوتا ہے۔ اسی طرح حج کے لئے وقت بھی متعین ہے۔ یہ عید الاضحیٰ کے چند متعین دنوں میں انجام دیا جاتا ہے۔

حج کی عبادت کئی دنوں پر پھیلی ہوئی ہوتی ہے، اور اس میں کئی طرح کے اعمال انجام دیئے جاتے ہیں، جو علاحدہ علاحدہ اوقات میں اور الگ الگ مقامات پر ادا ہوتے ہیں۔ ہر ہر عمل

کے تفصیلی احکام اور آداب ہیں۔ آئندہ صفحات میں ان کا واضح تذکرہ کیا جائے گا۔ یہاں کسی تفصیل میں جائے بغیر حج کا ایک عام طریقہ بیان کیا جاتا ہے۔ تاکہ آسانی کے ساتھ حج کا عمل ذہن نشین ہو جائے۔ یہ طریقہ حج تمتع کے پیش نظر ہے، کیونکہ اب اسی کا زیادہ رواج ہے۔

میقات آنے سے پہلے اپنے بال، ناخن اور مونچھ ترشوا لیجئے اور دوسرے بالوں کی صفائی کر کے غسل کر لیجئے، یا وضو کیجئے۔ اپنے سلے ہوئے کپڑے اتار کر احرام کا لباس پہن لیجئے۔ یہ دو بے سلی چادریں ہوں۔ چہرہ اور سر کھلے رہیں، پاؤں میں بھی ایسی چپل ہو جس سے پاؤں کھلے رہیں۔ خوشبو لگائیے۔ پھر دو رکعات نماز پڑھئے۔ اس کے بعد نیت کر لیجئے۔ یہ حج تمتع ہے، اس لئے صرف عمرہ کی نیت کیجئے اور تلبیہ پڑھئے۔ یہ احرام ہو گیا۔ اب تمام ممنوعات احرام سے خود کو محفوظ رکھئے، جیسے سلے ہوئے کپڑے پہننا، سر اور چہرہ کو ڈھانپنا، خوشبو لگانا، کسی بال و ناخن کو کاٹنا، شکار کرنا اور بیوی سے قربت کرنا وغیرہ۔ ابھی سے موقع بہ موقع تلبیہ پڑھتے رہئے۔

احرام کی حالت میں مکہ مکرمہ آکر ادب و خشوع کے ساتھ مسجد حرام میں داخل ہوئیے، کعبہ مقدسہ پر نظر پڑتے ہی ہاتھ اٹھا کر دعا مانگئے، اور سیدھے حجر اسود کے پاس آئیے۔ موقع ہو تو اسے بوسہ دیجئے، یا ہاتھ سے اشارہ کر کے ہاتھ چوم لیجئے۔ یہ طواف کا آغاز ہے۔ اپنی چادر کے دائیں پلو کو بغل کے نیچے سے نکال کر بائیں کندھے پر ڈال لیجئے۔ اس کیفیت کو اضطباع کہتے ہیں۔ اب حجر اسود کے سامنے اس طرح کھڑے ہو جائیے کہ پورا حجر اسود آپ کے داہنے جانب ہو۔ طواف کی نیت کر کے اپنے دائیں جانب سے طواف شروع کیجئے۔ ابتدائی تین چکروں میں اپنے مونڈھوں کو جھٹکاتے ہوئے سینہ تان کر تیز چلئے، اس کو رمل کہتے ہیں۔ آخر کے چار چکر بغیر رمل کے صرف چل کر پورے کیجئے۔ حجر اسود سے شروع ہو کر حطیم کے باہر سے چکر لگاتے ہوئے پھر حجر اسود تک آنا ایک چکر ہے۔ ہر چکر میں حجر اسود کا بوسہ لیجئے۔ ورنہ صرف استلام کیجئے، یعنی صرف اپنے دونوں ہاتھوں کو مونڈھوں تک اٹھا کر ہتھیلیوں سے حجر اسود کی جانب اشارہ کرتے

ہوئے تکبیر وتہلیل پڑھیئے۔ اسی طرح کعبہ کے دوسرے کونہ رکن یمانی کا استلام کرنا بھی ہر چکر میں بہتر ہے۔ دوران طواف مسنون دعاؤں اور اذکار میں مصروف رہئے۔ سات چکر مکمل کرنے کے بعد حجر اسود کا استلام کر کے طواف ختم کیجئے اور باب کعبہ کے سامنے مقام ابراہیم کے پاس آ کر دو رکعت نفل پڑھیئے۔ فارغ ہو کر پھر حجر اسود کا استلام کیجئے اور صفا پہاڑی کی طرف چلے آیئے۔ اب سعی کا آغاز ہوتا ہے۔ باب صفا سے داخل ہو کر صفا پہاڑی پر چڑھ جایئے اور کعبہ کی جانب رخ کر کے ہاتھ اٹھا کر تکبیر وتہلیل اور درود شریف پڑھ کر دعا کیجئے۔ پھر وہاں سے مروہ پہاڑی کی جانب چلئے۔ درمیان میں دو سبز نشانوں ''میلین اخضرین'' کے درمیانی حصہ میں تیز تیز چلئے اور بقیہ حصہ میں عام رفتار سے چلئے۔ مروہ پہاڑی پر پہنچ کر اوپر چڑھ جایئے اور یہاں بھی تکبیر وتہلیل اور درود ودعا کیجئے۔ یہ ایک چکر ہوا۔ اس طرح سات چکر پورے کیجئے، جو مروہ پر ختم ہوگا۔ اب سعی پوری ہوگئی۔ یہ حج تمتع ہے، اس لئے سعی سے فارغ ہو کر اپنے بال کو مونڈوا لیجئے یا چھوٹے کرا لیجئے۔ یہاں تک عمرہ مکمل ہوگیا۔ احرام کی پابندی اب ختم ہوگئی۔ احرام کھول لیجئے اب آپ سلے کپڑے پہن سکتے ہیں اور بیوی سے قریب بھی ہو سکتے ہیں۔ اگر حج تمتع نہیں ہوتا، حج قران یا افراد ہوتا تو سعی سے فارغ ہونے کے بعد بھی اسی طرح حالت احرام میں اور احرام کی پابندیوں کے ساتھ مکہ میں آپ قیام پذیر رہتے۔

اتنے اعمال آپ ماہ شوال سے کسی دن بھی انجام دے سکتے ہیں۔ مکہ میں قیام کے دوران آپ خوب کثرت سے کعبہ کا طواف کرتے رہئے۔ اس دیار میں طواف ہی نماز ہے، نفل نمازوں کی جگہ طواف میں وقت گذاریئے۔ آپ اس دوران مزید عمرے بھی کر سکتے ہیں۔ یہ نیکیوں اور فضیلتوں کا مقام ہے، اپنے دامن کو خوب خوب نیکیوں سے بھر لیجئے۔

آٹھ ذی الحجہ کی تاریخ آتی ہے۔ اب حج کا آغاز ہوتا ہے۔ یہ دن یوم الترویہ ہے۔ آپ مکہ میں جہاں مقیم ہیں، اسی مقام پر حج کا احرام باندھیئے۔ احرام کا وہی طریقہ ہوگا۔ غسل یا

وضو کیجئے، عام کپڑے اتار کر احرام کی چادریں لپیٹئے، دو رکعت نماز پڑھ کر حج کی نیت کیجئے اور تلبیہ پڑھیے۔ لیجئے اب حج کا احرام شروع ہوگیا۔ احرام کی پابندیاں آپ پر نافذ ہوگئیں۔ یہ حج کا پہلا دن ہے۔ مکہ سے منی کے لئے روانہ ہوجایئے، منی کے میدان میں ٹھہر یئے۔ ظہر، عصر، مغرب اور عشاء اسی میدان میں پڑھیے، اور رات بھی یہیں گذاریئے۔ آج کے دن منیٰ کے میدان میں کوئی مخصوص عمل انجام نہیں دینا ہے۔

نویں ذی الحجہ کی صبح ہوتی ہے۔ آج کا دن یوم عرفہ کہلاتا ہے۔ منیٰ میں جہاں آپ نے رات گذاری تھی، فجر کی نماز وہیں پڑھ کر جب سورج نکل جائے تب وہاں سے عرفات آیئے۔ عرفات کے میدان میں ٹھہر جایئے۔ یہاں ٹھہرنا حج کا اہم ترین رکن ہے۔ عرفات میں ظہر اور عصر کی نمازیں ایک ساتھ ظہر کے وقت میں پڑھی جائیں گی۔ نماز سے فارغ ہوکر جبل رحمت کے قریب آکر کھڑے ہوجایئے، اور ذکر ودعا میں مشغول ہوجایئے۔ تلبیہ بھی پڑھتے رہئے۔ سورج ڈوبنے تک اسی طرح رہئے۔

اب مزدلفہ کے لئے روانگی ہے۔ سورج ڈوبنے کے بعد عرفات سے روانہ ہوکر مزدلفہ چلے آیئے۔ مزدلفہ پہنچ کر ہی مغرب اور عشاء دونوں نمازیں عشاء کے وقت میں اکٹھی پڑھی جائیں گی۔ مزدلفہ کے میدان میں رات گذاریئے۔ صبح میں فجر کی نماز بھی یہیں پڑھیے۔ فجر کے بعد موتف یعنی ''مشعر حرام'' میں کھڑے ہوکر خوب خوب ذکر ودعا کیجئے۔

دس ذی الحجہ کا دن شروع ہو چکا ہے۔ یہ دن یوم نحر کہلاتا ہے۔ مزدلفہ میں فجر کی نماز آپ پڑھ چکے ہیں، اب سورج نکلنے سے پہلے منی لوٹ آیئے۔ منیٰ کے میدان میں ''جمرہ عقبہ'' ہے، اس جمرہ کو کنکری مارنا ہے، سات کنکریاں جمع کر لیجئے، جب سورج طلوع ہوجائے تو جمرہ عقبہ کو یکے بعد دیگرے سات کنکریاں ماریئے، ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہتے جایئے۔ یہ ''رمی'' کہلاتا ہے۔ اب تلبیہ پڑھنا بند کردیجئے۔ رمی سے فارغ ہوکر منیٰ کے میدان میں حج تمتع کے شکرانہ کی

قربانی کیجئے۔ اس کے بعد اپنے سر کے بال مونڈوالیجئے، یا چھوٹے کرالیجئے۔ لیجئے اب آپ احرام سے حلال ہوگئے، اب سلے کپڑے پہن لیجئے۔لیکن ابھی جنسی تعلق کی اجازت نہیں ہے، کیونکہ حج کے کچھ اعمال ابھی باقی ہیں۔رمی،قربانی اور بال کٹانے کے اعمال آپ نے منیٰ میں انجام دیئے، اب مکہ مکرمہ واپس چلے آیئے۔یہاں خانہ کعبہ کا طواف کیجئے۔یہ طواف حج کا اہم رکن ہے، اسے طواف افاضہ، یا طواف زیارت کہتے ہیں۔طواف کا طریقہ آپ کومعلوم ہے۔ طواف کے بعد صفاومروہ کے درمیان سعی کیجئے۔آپ کا حج تمتع ہے۔اگر حج افراد یاقران ہوتا اور مکہ آکرآپ نے طواف قدوم کے ساتھ سعی کرلی ہوتی تو اب طواف زیارت میں آپ رمل نہیں کرتے اور نہ طواف کے بعد صفاومروہ کی سعی کرتے۔ اس طواف زیارت کے بعد آپ پوری طرح حلال ہوگئے، اب جنسی تعلق کی اجازت بھی حاصل ہوگئی۔

آج یوم النحر ہے،آج کئی اعمال آپ نے انجام دیئے، اب آپ منیٰ واپس آجایئے، اور رات منیٰ میں گذاریئے۔

گیارہ ذی الحجہ شروع ہوتا ہے۔آپ منیٰ میں ہیں۔یہاں انتظار کیجئے۔آج یہاں تین جمرات کی رمی کرنی ہے۔جب سورج ڈھل جائے تو آپ پہلے جمرہ پر آیئے جو منیٰ سے قریب ہے اور اس پر سات کنکریاں ماریئے،ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہئے، کنکریاں مارنے کے بعد ٹھہر کر ذکرو دعا کیجئے۔پھر دوسرے جمرہ پر آیئے، یہ جمرہ وسطی ہے، یہاں بھی سات کنکریاں ماریئے، اس کے بعد ٹھہر کر ذکرو دعا کیجئے۔پھر آخری تیسرے جمرہ پر آیئے، یہ جمرہ عقبہ ہے، یہاں بھی اسی طرح سات کنکریاں ماریئے،لیکن یہاں ٹھہرنے کی ضرورت نہیں ہے۔تینوں جمرات کی رمی سے فارغ ہوکر منیٰ میں اپنی قیام گاہ پر آجایئے، اور رات گذاریئے۔

بارہ ذی الحجہ کو بھی آپ کل کی طرح اسی ترتیب سے اور اسی طریقہ پر تینوں جمرات کی رمی کیجئے۔آج بھی زوال کے بعد رمی ہوگی۔ لیجئے اب آپ کی رمی مکمل ہوگئی۔اب سورج ڈوبنے

سے پہلے مکہ واپس آ سکتے ہیں، اگر آپ منیٰ میں ٹھہرے رہتے ہیں اور تیرہ ذی الحجہ کا سورج طلوع ہوجاتا ہے تو تیرہ ذی الحجہ کو بھی زوال کے بعد اسی طرح تینوں جمرات کی رمی کیجئے۔ ویسے تیرہ ذی الحجہ کو طلوع فجر سے پہلے پہلے بھی مکہ لوٹ جانے کی اجازت ہے، لیکن اگر طلوع فجر ہوجاتی ہے تو زوال کے بعد رمی کرنا ضروری ہوگا۔

مکہ آ کر اب آپ جب اپنے وطن لوٹنا چاہیں تو کعبہ مقدسہ کا آخری طواف کیجئے۔ یہ طواف وداع یعنی رخصت کا طواف ہے، اسے طواف صدر بھی کہتے ہیں، اس طواف میں رمل نہیں کرنا ہے۔ طواف سے فارغ ہوکر دو رکعت نماز پڑھئے۔ زمزم کے کنویں پر آ کر جی بھر کر زمزم پیجئے۔ پھر باب کعبہ کے پاس ملتزم پر آ کر اللہ کے اس گھر سے چمٹ جایئے، سینہ اور سر کو اس پر رکھ دیجئے، گڑ گڑا کر خوب دعائیں کیجئے، کعبہ کا پردہ تھام کر اپنے رحیم و کریم رب سے رحمت و مغفرت اور دنیا و آخرت کی ہر بھلائی مانگئے۔ اور اس کا شکر ادا کرتے ہوئے لوٹ آیئے۔

لیجئے آپ کا حج مکمل ہوگیا۔

دوسری فصل:

عمرہ

عمرہ کا حکم:

عمرہ ایک چھوٹا حج ہے۔ عمرہ کے اعمال حج کے برخلاف مختصر ہیں۔ احرام کے ساتھ کعبہ کا طواف، صفا ومروہ کے درمیان سعی اور اس کے بعد سر کے بال مونڈ وانا یا کٹانا عمرہ ہے۔

عمرہ سنت مؤکدہ ہے، کیونکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ کیا عمرہ واجب ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔ حدیث کے الفاظ ہیں:

''أن النبي ﷺ سئل عن العمرة أواجبة هي؟ قال: لا'' (ترمذی کتاب الحج، حدیث نمبر ۸۵۳)۔

(نبی ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ کیا عمرہ واجب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں)۔

جمہور علماء کے نزدیک عمرہ کا وقت سال کے تمام دن ورات ہیں، کسی بھی وقت اور کسی بھی دن عمرہ کیا جاسکتا ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کی رائے میں صرف پانچ ایام یعنی نو ذی الحجہ سے تیرہ ذی الحجہ تک عمرہ کرنا مکروہ ہے (مناسک ملا علی قاری ر ۴۶۴)۔

عمرہ بار بار کیا جاسکتا ہے۔ یہ حج کے ساتھ بھی کیا جاسکتا ہے اور تنہا بھی۔ رمضان میں عمرہ کا ثواب زیادہ ہے، رمضان کا عمرہ ایک حج کے برابر قرار دیا گیا ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

"عمرة في رمضان تعدل حجة" (ابن ماجہ، کتاب المناسک، حدیث نمبر ۲۹۸۲)۔

(رمضان میں عمرہ ایک حج کے برابر ہے)۔

مکہ میں رہنے والے شخص کے لئے حج کے مہینوں میں عمرہ کرنا اس وقت مکروہ ہے جب وہ اسی سال حج کرنا چاہتا ہو۔حج کے مہینے شوال سے دس ذی الحجہ تک ہیں، اس لئے کہ قرآن کریم میں ہے:

"ذلک لمن لم يكن أهله حاضري المسجد الحرام" (سورۃ بقرۃ ۱۹۶)۔

(یہ اس کے لئے (درست) ہے جس کے اہل مسجد حرام کے قریب نہ رہتے ہوں)۔

عمرہ کا طریقہ:

چونکہ عمرہ ایک چھوٹا حج ہے۔اس لئے عمرہ کا طریقہ ٹھیک وہی ہے جو حج میں عمرہ کے اعمال کے اندر اپنایا جاتا ہے۔حج کی طرح عمرہ کے لئے بھی احرام باندھنا ضروری ہے، احرام باندھنے کا طریقہ پیچھے بیان ہو چکا ہے۔باہر سے آنے والے اشخاص مکہ کے چہار جانب متعین کی ہوئی حدوں سے پہلے ہی احرام باندھ لیں گے۔عمرہ کے لئے آنے والے افراد بغیر احرام باندھے میقات سے نہیں گذر سکتے ہیں۔لیکن اگر مکہ میں آکر ٹھہرے ہوئے ہیں، یا ایک عمرہ سے فارغ ہوکر مکہ میں ہیں اور دوسرا عمرہ کرنا چاہتے ہیں تو مکہ والوں کے لئے عمرہ کا احرام باندھنے کے لئے میقات پر آنے کا حکم نہیں ہے، بلکہ وہ حرم مکہ سے باہر اور میقات کے اندر کے درمیانی علاقہ میں آجائیں۔یہ "حل" کہلاتا ہے، "حل" میں احرام باندھ کر مکہ آئیں۔احرام باندھنے کے بعد احرام کی تمام پابندیاں لازم ہوجائیں گی۔یہاں آکر طواف اور سعی کریں، اس کا مفصل طریقہ "حج کے طریقہ" میں بیان ہو چکا ہے۔

مختصراً یہ ہے:

مکہ آ کر سب سے پہلے مسجد حرام میں آئیں۔ کعبہ مقدسہ پر نظر پڑتے ہی ہاتھ اٹھا کر دعا مانگیں۔ پھر حجر اسود کے پاس آ کر اس کا بوسہ لیں، یا دور سے استلام کریں، اور نیت کر کے طواف شروع کر دیں۔ طواف میں احرام کی چادر کے دائیں حصہ کو دائیں بغل کے نیچے سے نکال کر بائیں مونڈھے پر ڈال لیں۔ شروع کے تین چکروں میں رمل کریں اور بقیہ چار چکر بغیر رمل کے چل کر پورے کریں۔ طواف سے فارغ ہو کر مقام ابراہیم کے پاس دو رکعت نماز پڑھیں۔

اب سعی کے لئے صفا پہاڑی پر آ جائیں، کعبہ کی جانب رخ کر کے دعا کریں اور مروہ کی جانب چلیں۔ بیچ میں ''میلین اخضرین'' کے درمیان تیز تیز چلیں، اس طرح سات چکر پورے کریں۔

سعی کے بعد اپنے سر کے بال مونڈ والیں یا کٹوالیں۔ اس کے ساتھ ہی آپ احرام سے حلال ہو جائیں گے، احرام کی پابندیاں ختم ہو جائیں گی اور اسی پر عمرہ بھی مکمل ہو جائے گا۔

تیسری فصل:

عورت اور حج و عمرہ

عورت کے لئے حج اور عمرہ کا طریقہ:

حج اور عمرہ کے اعمال میں منیٰ، عرفات اور مزدلفہ کے میدانوں میں قیام، کعبہ کا طواف، صفا اور مروہ کے درمیان سعی، جمرات کی رمی، قربانی اور بال کٹوانے کے جو تفصیلی طریقے پیچھے بیان ہوئے، سوائے چند جزوی چیزوں کے تمام طریقے مرد اور عورت دونوں کے لئے یکساں ہیں۔ لہذا حج یا عمرہ کا ارادہ رکھنے والی خواتین حج اور عمرہ کا وہی تفصیلی طریقہ ذہن نشین کریں جو بیان کیا گیا۔ حج اور عمرہ کے اعمال میں عورت کے لئے مرد سے ہٹ کر جن مخصوص چیزوں کا حکم ہے وہ درج ذیل ہیں:

۱۔ احرام میں عورت سلے ہوئے کپڑے پہنے رہے گی۔ سر بھی ڈھکا رہے گا۔ صرف چہرہ کھلا رہے گا اس لئے کہ عورت کا احرام صرف چہرہ میں ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

"إحرام المرأة في وجهها" (دارقطنی و بیہقی)۔

(عورت کا احرام اس کے چہرہ میں ہے)۔

جمہور فقہاء کے نزدیک عورت اپنے ہاتھوں کو بھی کھولے گی، اس لئے کہ حضرت ابن عمرؓ کی حدیث میں ہے:

"ولا تنتقب المرأة المحرمة ولا تلبس القفازين" (بخاری کتاب الحج، حدیث نمبر ۱۷۰۷)۔

(اور احرام والی عورت نہ نقاب پہنے گی اور نہ دستانے پہنے گی)۔

اگر عورت مردوں سے اپنے چہرہ کو پوشیدہ رکھنا چاہے تو چہرہ کے آگے اس طرح کپڑا وغیرہ لٹکا سکتی ہے جو چہرہ سے مس نہ کر رہا ہو۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ:

"کان الرکبان یمرون بنا ونحن مع رسول الله ﷺ محرمات فاذا حاذوا بنا سدلت إحدانا جلبابها من رأسها علی وجهها فاذا جاوزونا کشفنا" (ابوداؤد کتاب المناسک، حدیث نمبر ۱۵۶۲)۔

(قافلے ہمارے پاس سے گزرتے تھے اور ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ احرام میں ہوتے، جب وہ لوگ ہمارے برابر آتے تو ہم اپنا پردہ اپنے سر کے اوپر سے چہرہ پر گرا لیتے اور جب وہ گذر جاتے تو ہم چہرہ کھول لیتے)۔

۲- طواف کے دوران مرد اضطباع کرتے ہیں، یعنی احرام کی چادر کا ایک حصہ دائیں بغل کے نیچے سے نکال کر بائیں شانہ پر ڈال لیتے ہیں۔ عورت کے لئے اضطباع نہیں ہے، بلکہ اس کے لئے اپنے سلے کپڑے پہنے رہنے کا حکم ہے۔ اسی طرح طواف کے ابتدائی چکروں میں مردوں کی طرح عورت رمل نہیں کرے گی، کیونکہ رمل یعنی شانے جھٹکاتے چلنے کا حکم صرف مردوں کے لئے ہے۔ رسول کریم ﷺ کی ازواج مطہرات نے طواف میں رمل نہیں کیا۔

۳- صفا ومروہ کے درمیان سعی کرتے ہوئے میلین اخضرین کے درمیان مرد کے لئے تیز چلنا مسنون ہے۔ لیکن عورت کے لئے اس حصہ میں بھی تیز چلنا مسنون نہیں ہے، کیونکہ عورت سے پردہ مطلوب ہے، اور تیز تیز چلنا پردہ کی حالت کے منافی ہے۔

۴- سر کے بال مونڈوانا مرد کے لئے افضل ہے، البتہ وہ بال چھوٹے بھی کرا سکتا ہے۔ لیکن عورت کے لئے سر کے بال مونڈوانے کا حکم نہیں ہے، وہ صرف اپنے تھوڑے سے بال

کٹوائے گی، اس لئے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''ليس على النساء حلق إنما على النساء التقصير'' (ابوداؤد کتاب المناسک، حدیث نمبر ۱۶۹۳)۔

(عورتوں پر حلق (مونڈوانا) نہیں ہے ان کے لئے صرف تقصیر (چھوٹے کرانے) کا حکم ہے)۔

۵- آخری طواف جسے طواف وداع کہتے ہیں، عورت پر اس حالت میں واجب نہیں رہتا جب اسے حیض یا نفاس پیش آ گیا ہو۔ ایسی عورت طواف وداع کئے بغیر واپس ہوجائے گی، حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے:

''أمر الناس أن يكون آخر عهدهم بالبيت إلا أنه خفف عن المرأة الحائض'' (مسلم کتاب الحج، حدیث نمبر ۵۱ ۳۳)۔

(رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو حکم دیا کہ ان کا آخری عمل بیت اللہ کا طواف ہو، البتہ آپ ﷺ نے حیض والی عورت سے اس حکم کی تخفیف فرمادی)۔

چوتھی فصل:

حج کی قسمیں

حج کے اقسام:

حج کی تین قسمیں ہیں:

۱- پہلی قسم ''حج افراد'' کہلاتی ہے۔ اس میں صرف حج ادا کیا جاتا ہے۔ چنانچہ میقات سے صرف حج کا احرام باندھا جاتا ہے، نیت صرف حج کی ہوتی ہے، اور صرف حج کے اعمال مکمل ادا کر لئے جاتے ہیں۔

۲- دوسری قسم ''حج قران'' کہلاتی ہے۔ اس میں حج اور عمرہ دونوں کی نیت کے ساتھ دونوں کے لئے احرام باندھا جاتا ہے۔ اس کا حکم یہ ہے کہ پہلے عمرہ کیا جائے، پھر حالت احرام میں باقی رہتے ہوئے حج کے اعمال پورے کئے جائیں۔ عمرہ اور حج کے درمیان احرام ختم نہیں ہوگا۔ قران کرنے والے حاجی کے لئے قربانی کرنا ضروری ہوتا ہے۔

۳- تیسری قسم کا نام ''حج تمتع'' ہے۔ اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ حج کے مہینوں میں میقات سے صرف عمرہ کا احرام باندھا جاتا ہے اور مکہ مکرمہ آکر عمرہ مکمل کر کے احرام ختم کر دیا جاتا ہے، پھر بغیر احرام کے مکہ میں قیام رہتا ہے اور حج کے ایام شروع ہونے پر از سر نو حج کا احرام باندھ کر اعمال حج ادا کئے جاتے ہیں۔ تمتع کرنے والے کے لئے بھی قربانی کرنا واجب ہوتا ہے۔

قرآن کریم میں ہے:

''فمن تمتع بالعمرة إلى الحج فما استيسر من الهدى'' (سورۃ بقرہ ۱۹۶)۔

(تو پھر جو شخص عمرہ سے مستفید ہوا سے حج سے ملا کر، تو جو قربانی بھی اسے میسر ہو
وہ کرڈالے)۔

اگر قربانی نہ کر سکے تو حج کے دنوں میں تین دن اور گھر واپس لوٹ کر سات دن اس طرح کل دس روزے رکھنے ہوں گے۔

حج کی یہ تینوں قسمیں جائز و درست ہیں۔حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ:

''خرجنا مع رسول الله ﷺ عام حجة الوداع فمنا من أهل بعمرة ومنا من أهل بحج وعمرة ومنا من أهل بالحج، وأهل رسول الله ﷺ بالحج فأما من أهل بعمرة فحل وأما من أهل بحج أو جمع الحج والعمرة فلم يحلوا حتى كان يوم النحر'' (مسلم، کتاب الحج حدیث ۲۱۱۳)۔

(ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حجۃ الوداع کے سال روانہ ہوئے، ہم میں سے کسی نے عمرہ کا احرام باندھا، کسی نے حج اور عمرہ کا باندھا، اور کسی نے حج کا احرام باندھا۔ اور رسول اللہ ﷺ نے حج کا احرام باندھا۔ تو جس نے حج کا احرام باندھا یا حج اور عمرہ کو جمع کیا وہ حلال نہیں ہوئے یہاں تک کہ یوم النحر ہوگیا)۔

اہل مکہ کے لئے حج افراد:

یہاں یہ بات واضح رہے کہ جو لوگ مکہ مکرمہ کے رہنے والے ہیں ان کے لئے حج قران اور حج تمتع کی اجازت نہیں ہے، وہ صرف حج افراد کر سکتے ہیں۔ کیونکہ ایک سفر میں حج اور عمرہ دونوں کر لینے کی سہولت صرف مکہ سے باہر رہنے والوں کو دی گئی ہے۔ میقات کے اندر رہنے والے لوگ بھی اہل مکہ کے حکم میں ہیں، لہذا انہیں بھی صرف حج افراد کرنے کی اجازت ہے۔

جولوگ حج کے مہینے شروع ہونے سے پہلے مکہ میں آکر صحیح طریقہ سے مقیم ہو چکے ہیں، یا کم از کم ایک سال سے مکہ میں اقامت پذیر ہیں وہ لوگ بھی اہل مکہ کہلائیں گے، اور ان کے لئے بھی یہی حکم ہوگا (مناسک ملا علی قاری ۲۶۹ ۳۴)۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالی نے فرمایا:

"ذلک لمن لم یکن أهله حاضري المسجد الحرام" (سورۂ بقرہ ۱۹۶)۔

(یہ اس کے لئے (درست) ہے جس کے اہل مسجد حرام کے قریب نہ رہتے ہوں)۔

مکہ والوں کے لئے تمتع کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ لہذا ایسے لوگوں کو حج کے مہینوں میں عمرہ نہیں کرنا چاہئے، تاکہ تمتع کی صورت نہ پیدا ہو جائے۔ لہذا جن لوگوں پر اس سال حج فرض ہے اور وہ اس سال حج کا ارادہ رکھتے ہیں، انہیں چاہئے کہ حج کے مہینوں میں میقات سے باہر نہ جائیں۔ کیونکہ باہر سے میقات ہو کر آتے وقت انہیں احرام باندھ کر آنا ہوگا، اور مکہ آکر عمرہ کر کے احرام ختم کیا جائے گا، پھر جب اسی سال حج کیا جائے گا تو حج تمتع ہو جائے گا، جس کی ممانعت ہے۔

لیکن موجودہ دور میں تجارتی و دیگر ضرورتوں کے تحت جن لوگوں کو میقات سے باہر جانے کی ضرورت پیش آتی رہتی ہے، اگر ان کا ارادہ حج کرنے کا ہے تو حج کے مہینوں میں میقات سے باہر نہ جانا ان کی تجارتی سرگرمیوں کے لئے بڑی تنگی کا باعث بن سکتا ہے، اس مشکل صورت حال کے حل کے لئے اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا) نے اپنے سمینار میں غور کیا اور طے کیا کہ ایسے لوگ اگر تجارتی، دفتری اور اپنی پیشہ ورانہ مجبوریوں کے باعث باہر جانے پر مجبور ہیں تو وہ میقات سے اندر داخل ہوتے ہوئے احرام نہ باندھیں اور عمرہ نہیں کریں (فیصلہ اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا)۔

حج کی افضل قسم:

حج کی ان تینوں اقسام میں سے کون سی قسم افضل ہے؟ اس میں مختلف دلائل کی وجہ سے فقہاء مجتہدین کی رائیں مختلف ہوگئی ہیں، چنانچہ مالکیہ اور شافعیہ نے افراد کو افضل بتایا ہے۔ اور مالکیہ کے نزدیک پہلے افراد پھر قران پھر تمتع کا درجہ ہے (الخرشی ۳/۱۴۹)۔

اور شافعیہ کے نزدیک پہلے افراد پھر تمتع پھر قران کی اہمیت ہے (المہذب/۱۸۰)۔

حنابلہ نے سب سے افضل تمتع کو قرار دیا ہے، اس کے بعد افراد پھر قران کا درجہ ہے (المغنی ۴/۲۳۸)۔

حنفیہ کے نزدیک سب سے افضل قران ہے پھر تمتع ہے، پھر افراد ہے۔ کیونکہ بخاری شریف کی روایت ہے کہ:

''أتانی اللیلة آت من ربی فقال: صل فی هذا الوادی المبارک وقل: عمرة فی حجة'' (بخاری، کتاب الحج حدیث ۱۴۳۶)۔

(رات میرے رب کی جانب سے ایک آنے والا میرے پاس آیا اور کہا: اس مبارک وادی میں نماز پڑھیے، اور حج کے ساتھ عمرہ کی نیت کیجئے)۔

رسول اللہ ﷺ کو پروردگار عالم کی طرف سے قران کا حکم ملا، چنانچہ پہلے آپ ﷺ نے افراد کا احرام باندھا تھا، لیکن اس حکم الٰہی کے بعد قران فرمایا۔

اس افضلیت کے باوجود ہر ایک صورت جائز ہے۔ موجودہ دور میں آسانی کے پیش نظر حج تمتع کا رواج زیادہ ہے، کیونکہ ملکی انتظامات کی وجہ سے بسا اوقات حج سے کافی پہلے سفر کرکے مکہ جانا ہوتا ہے۔ میقات سے احرام باندھ کر عمرہ کرنے کے بعد حج کے ایام آنے تک احرام کی پابندی رکھنا محنت اور مشقت طلب عمل ہے۔ تمتع کی صورت میں یہ پابندی ختم ہوجاتی ہے۔

دوسرا باب:

حج کی فرضیت-شرعی احکام

پہلی فصل:حج کی فضیلت

☆حج کی شرعی اہمیت

دوسری فصل: حج کاحکم

☆حج کی فرضیت

☆حج کی استطاعت

تیسری فصل:حج کاوقت

☆فرض حج کا وقت

چوتھی فصل: عورت کے لئے حج کا حکم

☆عورت پر حج کی فرضیت

☆شوہر یا محرم کا ساتھ ہونا

☆دوران عدت حج

پانچویں فصل:حج بدل

☆حج بدل کا حکم

☆حج بدل کب ضروری ہے

☆حج بدل کرنے والا

پهلی فصل:

حج کی فضیلت

حج کی شرعی اہمیت:

حج اسلام کا ایک رکن ہونے کے ساتھ ساتھ ایک اہم عبادت، ایک افضل جہاد اور ذریعہ مغفرت فریضہ ہے۔ روئے زمین پر اللہ کے پہلے گھر اور اس کے گردوپیش کی عظیم انبیائی یادگاروں کے ساتھ حج کی عبادت کو وابستہ کیا گیا ہے۔ حج کے اعمال میں حضرت ابراہیم علیہ السلام، ان کے لخت جگر حضرت اسماعیل علیہ السلام، ان کی زوجہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کی اداؤں کو اور آخری نبی حضرت محمد مصطفی ﷺ کی بعض یادوں کو رہتی دنیا تک یادگار بنا کر جزو عبادت کردیا گیا۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ اپنے اولین گھر کے تقدس اور اس کے حج کا حکم سناتے ہوئے فرماتا ہے:

”إن أول بيت وضع للناس للذي ببكة مباركا وهدى للعالمين فيه آيات بينات مقام ابراهيم ومن دخله كان آمنا ولله على الناس حج البيت من استطاع اليه سبيلا ومن كفر فان الله غني عن العالمين“ (سورۂ آل عمران: ۹۶، ۹۷)۔

(سب سے پہلا مکان جو لوگوں کے لئے وضع کیا گیا وہ وہ ہے جو مکہ میں ہے (سب کے لئے) برکت والا اور سارے جہان کے لئے راہنما ہے، اس میں کھلے ہوئے نشان ہیں (ان میں سے ایک) مقام ابراہیم ہے اور جو کوئی اس میں داخل ہوجاتا ہے وہ امن سے ہوجاتا ہے اور لوگوں کے ذمہ ہے حج کرنا اللہ

کے لئے اس مکان کا (یعنی)اس شخص کے ذمہ جو وہاں تک پہنچنے کی طاقت رکھتا ہو اور جو کوئی کفر کرے تو اللہ سارے جہان سے بے نیاز ہے)۔

(حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا جاتا ہے کہ وہ حج کی آواز بلند کریں، اللہ ان کی آواز کو دنیا کے کونہ کونہ میں اس طرح پہنچا تا ہے کہ ہر گوشہ عالم سے **لوگ** امنڈ امنڈ کر بیت اللہ کی زیارت وطواف کے لئے کھنچے چلے آتے ہیں)۔

"و أذن في الناس بالحج يأتوك رجالا و على كل ضامر يأتين من كل فج عميق" (سورۂ حج:۲۷)۔

(اور لوگوں میں حج کا اعلان کر دو لوگ تمہارے پاس پیدل بھی آئیں گے اور دبلی اونٹنیوں پر بھی جو دور دراز راستوں سے پہنچی ہوں گی)۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا دریافت کرتی ہیں کہ:

"يا رسول الله! نرى الجهاد أفضل العمل افلا نجاهد؟ قال: لا، لكن أفضل الجهادحج مبرور" (بخاری کتاب الحج، حدیث نمبر ۱۴۲۳)۔

(اے اللہ کے رسول! ہم سب سے افضل عمل جہاد کو سمجھتے ہیں تو کیا ہم جہاد نہ کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم عورتوں کے لئے سب سے افضل جہاد مقبول حج ہے)۔

حضرت ابوہریرہؓ ارشاد نبوی ﷺ نقل کرتے ہیں کہ:

"من حج لله فلم يرفث ولم يفسق رجع كيوم ولدته أمه" (بخاری کتاب الحج، حدیث نمبر ۱۴۲۴)۔

(جس نے حج کیا اور اس نے نہ فحش گوئی کی اور نہ فسق کیا تو وہ اس دن کی طرح لوٹے گا جس دن اس کی ماں نے اس کو جنا تھا)۔

حضرت عمرو بن عاصؓ کو رسول کریم ﷺ بتاتے ہیں کہ:

''أما علمت أن الاسلام يهدم ما كان قبله وأن الهجرة تهدم ما كان قبلها وأن الحج يهدم ما كان قبله'' (بخاری کتاب الحج، حدیث نمبر ۱۴۴۴)۔

(کیا تمہیں نہیں معلوم کہ اسلام پہلے کے گناہوں کو ختم کر دیتا ہے اور ہجرت اپنے پہلے کے گناہوں کو ختم کر دیتی ہے اور حج اس سے قبل کے گناہوں کو ختم کر دیتا ہے)۔

مذکورہ بالا روایات اور ان کے علاوہ بہت ساری روایات و احادیث ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ حج کی عبادت کیسی عظیم الشان، کتنی بابرکت اور اللہ کو کس طرح محبوب ہے۔ اسی لئے حج کے عمل پر اجر و ثواب اور رحمت و مغفرت کی اتنی عنایتیں ہوتی ہیں کہ دیار محبوب سے لوٹنے والا حاجی ہر گناہ سے پاک اور دھلا دھلایا ہو کر ایک نئی زندگی کا آغاز کرتا ہے۔ جیسے آج ہی وہ اپنی ماں کے پیٹ سے معصوم پیدا ہوا ہو۔

دوسری فصل:

حج کا حکم

حج کی فرضیت:

حج فرض ہے، لیکن ہر شخص پر نہیں۔ عاقل اور بالغ مسلمان خواہ مرد ہو یا عورت اس پر زندگی میں ایک مرتبہ حج اس وقت فرض ہوتا ہے جب وہ حج کی استطاعت حاصل کر لے۔ حج میں مال خرچ ہوتا ہے، اپنے وطن سے نکل کر ایک عرصہ کے لئے حج کے مقام کا سفر کرنا اور وہاں کئی دنوں ٹھہرنا ہوتا ہے، حج کی ادائیگی میں جسمانی محنت ومشقت بھی پیش آتی ہے۔ ان چیزوں کو پورا کرنے کی طاقت رکھنا استطاعت ہے۔ اسلامی شریعت جو آسان اور قابل عمل ہے، اس نے بالکل معقول طریقہ پر حج کا حکم صرف ایسے لوگوں کو دیا جو حج کرنے کے لئے درکار تمام ضروری اہلیت اور استطاعت رکھتے ہوں۔ قرآن نے بڑی وضاحت سے کہا ہے:

''ولله على الناس حج البيت من استطاع اليه سبيلاً'' (سورۂ آل عمران: ۹۷)۔

(اور لوگوں کے ذمہ ہے حج کرنا اللہ کے لئے اس مکان کا (یعنی) اس شخص کے ذمہ جو وہاں تک پہنچنے کی طاقت رکھتا ہو)۔

اور وہ بھی صرف ایک بار حج کر لینے کے بعد دوبارہ ضروری نہیں رہتا ہے۔ یہ اہلیت اور استطاعت کیا ہے؟ ذیل میں اسی کی تفصیل پیش ہے:

پہلے یہ واضح رہے کہ حج صرف عاقل وبالغ اور مسلمان مرد وعورت پر فرض ہے، بچہ پر

حج نہیں ہے۔اسی طرح مجنون اور پاگل پر بھی حج نہیں ہے۔لہذا جو بالغ اور عاقل مسلمان ہو، جب اس کے پاس حج کی استطاعت پیدا ہوجائے تب اس پر حج فرض ہوجائے گا۔

حج کی استطاعت:

قرآن کریم نے بتایا کہ حج ایسے شخص پر فرض ہے جس کے اندر حج کی استطاعت ہو، استطاعت کیا ہے؟ حضرت ابن عمرؓ کی روایت میں ہے کہ:

"جاء رجل الی النبی ﷺ فقال: یا رسول اللہ! ما یوجب الحج؟ قال: الزاد والراحلة" (ترمذی کتاب الحج، حدیث نمبر ۷۴۱)۔

(ایک شخص رسول کریم ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کون سی چیز حج کو واجب کرتی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: زاد اور راحلہ (توشہ اور سواری)۔

اس حدیث اور دیگر دلائل کی روشنی میں حج فرض ہونے کے لئے استطاعت کا مفہوم اہل علم کے نزدیک درج ذیل ہے:

اول-اخراجات:

۱- انسان اپنی بنیادی ضروریات، اپنے زیر کفالت افراد و اہل وعیال کی ضروریات اور اپنے قرض کی منہائی کے بعد اتنے مال کا مالک ہو جس سے وہ حج کر سکے۔

رہائشی مکان خواہ عمدہ ومعیاری ہو، فرنیچر، گھریلو سامان، استعمال کی گاڑیاں، اپنی تجارت وصنعت کے آلات اور مشینیں، پہننے کے کپڑے وغیرہ انسان کی بنیادی ضروریات ہیں۔ صرف ان سامانوں کی وجہ سے حج فرض نہیں ہوگا۔

اپنے اوپر واجب الاداء قرض کی رقم منہا کی جائے گی۔ بیوی کا دین مہر بھی قرض ہے۔

حج کے لئے جانے سے لے کر واپس آنے تک کے دوران اس کے اہل وعیال اور دوسرے زیر کفالت افراد کے کھانے، پینے اور پہننے کا انتظام پہلے کرنا ہوگا۔

ان مذکورہ چیزوں سے فاضل اتنی رقم موجود ہو جس سے اپنے وطن سے بیت اللہ شریف جانے، اعمال حج کے دوران وہاں قیام کرنے اور پھر اپنے وطن واپس آنے کے اخراجات پورے کر سکے۔

۲- یہ اخراجات حج کے لئے جانے والے شخص کے معیار کے مطابق اور اوسط درجہ کے ہوں۔

۳- وہ خود ان اخراجات کا مالک ہو، لہٰذا اگر کوئی دوسرا شخص اتنی رقم فراہم کرے تو اس سے حج فرض نہیں ہو جائے گا (مناسک ملاعلی قاری ۴۵)۔

۴- کسی شخص کے پاس اتنی رقم نقد موجود نہ ہو، لیکن اس کے پاس رہائشی مکان کے علاوہ کرایہ پر لگے ہوئے مکانات ہوں، یا افتادہ چھوڑی ہوئی اراضی ہوں، یا کھیت کی سالانہ پیداوار سالانہ ضرورت سے زائد ہو، یا باغات کے پھل ضرورت سے زائد ہوں، یا دکانیں یا دوسرے ذرائع آمدنی جو اس کی بنیادی ضرورت سے زائد ہوں، تو اس شخص پر حج فرض ہوگا، اور حج کے لئے رقم نہ ہو تو ان چیزوں کو فروخت کر کے رقم فراہم کرنی ہوگی۔

سال بھر کے اخراجات کے لائق غلہ اور اناج ہے تو حج کے لئے اسے فروخت کرنا واجب نہیں ہے، اگر اس سے زائد غلہ اتنی مقدار میں ہو جس کو فروخت کرنے سے حج کرنے کے اخراجات فراہم ہو سکیں تو فروخت کر کے حج کرنا واجب ہوگا۔

۵- بیت اللہ شریف جانے اور آنے کے لئے سفر خرچ فراہم ہونے کی شرط ایسے لوگوں کے لئے ہے جو مکہ مکرمہ سے مسافت قصر (تقریباً ۸۸ کیلومیٹر جو نماز میں مسافر ہونے کے لئے معتبر فاصلہ ہے) کی دوری پر ہوں۔ لہٰذا اس سے کم دوری والا شخص اگر پیدل چل کر جا سکتا ہے تو

سواری کے خرچ کے بغیر بھی اس پر حج فرض ہوگا (موسوعہ فقہیہ ۱۷/۲۹)۔

دوم۔صحت وتندرستی:

استطاعت میں یہ بھی داخل ہے کہ انسان جسمانی طور پر حج کرنے سے معذور نہ ہو۔ لہذا جس شخص کے اندر حج کے فرض ہونے کی مالی حیثیت پائی جائے لیکن وہ مفلوج واپاہج ہے، یا اتنا بوڑھا یا ایسا مریض ہے کہ سفر نہیں کرسکتا، یا اندھا ہے تو اس کے اندر حج کی استطاعت نہیں پائی گئی۔ ایسے شخص کے بارے میں درج ذیل حکم ہے:

اگر مالی استطاعت کی وجہ سے حج فرض ہوگیا تھا، اس وقت جسمانی رکاوٹ نہ تھی بعد میں جسمانی معذوری پیش آ گئی، آنکھیں چلی گئیں، ہاتھ پاؤں کٹ گئے، یا مفلوج ہوگیا تو ایسے شخص کو بالاتفاق اپنی طرف سے دوسرے کسی شخص کو حج کے لئے بھیجنا ہوگا (مناسک ملاعلی قاری ر ۵۳)۔

اگر جسمانی معذوری پہلے سے ہے تو ایسے شخص کے بارے میں امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کی رائے یہ ہے کہ اس پر حج فرض نہیں ہوا، نہ خود سے کرنا واجب ہے، نہ کسی اور کو بھیج کر حج کرانا ضروری ہے۔ کیونکہ اللہ تعالی نے فرمایا:

''من استطاع الیہ سبیلا'' (سورۂ آل عمران: ۹۷)۔

(یعنی اس شخص کے ذمہ جو وہاں تک پہنچنے کی طاقت رکھتا ہو)۔

اور ایسے شخص کے اندر وہاں پہنچنے کی استطاعت نہیں ہے، لہذا اس پر حج فرض نہیں ہوگا۔ لیکن حنفیہ میں سے صاحبین کے نزدیک اگر وہ خود سے حج نہیں کرسکتا ہے تو کسی کو بھیج کر حج کرانا ضروری ہوگا (موسوعہ فقہیہ ۱۷/ ۳۳)۔

اس لئے کہ وہ حج کے لئے مطلوب زاد اور راحلہ رکھتا ہے لہذا اس پر حج واجب ہوگیا۔

وہ اس وجوب کو دوسرے کے ذریعہ ادا کرائے گا۔اسی طرح اگر نابینا شخص کو کوئی معاون مل جائے جو حج کے سفر اور اعمال حج کی ادائیگی میں اس کی مدد کے لئے تیار ہو اور رضا کارانہ مدد کرے یا اجرت لے کر کرے اور نابینا اس کی اجرت کی ادائیگی کرسکتا ہو تو ایسے نابینا پر حج کے لئے جانا واجب ہوگا۔شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک ایسے معذور کے لئے اپنی جانب سے کسی کو بھیج کر حج کرانا ضروری ہوگا (موسوعہ ۱۷/ ۳۳، المہذب ۲/ ۱۷، المغنی ۳/ ۱۸۱)۔

نابینا جس کو رہنمائی کرنے والا معاون مل جائے اس پر مالکیہ بھی حج کے لئے جانا واجب قرار دیتے ہیں (حاشیہ العدوی ۱/ ۴۵۶، الخرشی علی مختصر سیدی خلیل ۲/ ۱۰۲)۔

سوم-راستہ پرخطر نہ ہو:

استطاعت میں یہ بھی داخل ہے کہ حج کے لئے جاتے وقت وہاں جانے کا راستہ ایسا پر خطر نہ ہو گیا ہو جس میں جان ومال محفوظ نہ ہو اور قتل وہلاکت کا امکان غالب ہو۔اگر ایسی صورت حال پیش آئی ہوئی ہے تو درج ذیل حکم ہے:

مالکیہ اور شافعیہ کے نزدیک حج کی استطاعت نہیں پائی گئی، اس لئے ایسے شخص پر حج فرض نہیں ہوا۔یہی رائے امام ابوحنیفہؒ کی بھی ہے۔لیکن حنفیہ اور حنابلہ کے راجح مسلک میں راستہ کا پرامن ہونا حج کے واجب ہونے کی شرط نہیں بلکہ ادائیگی حج کی شرط ہے۔اس لئے ایسے شخص پر حج فرض تو ہو چکا ہے لیکن راستہ پرخطر ہونے کی صورت میں اس فرض حج کو ادا کرنا لازم نہیں ہوا ہے، جب راستہ کا خطرہ جاتا رہے گا تب یہ حج کرے گا۔اور اگر زندگی میں راستہ پرامن نہیں ہوسکا تو چونکہ حج فرض ہو چکا ہے اس لئے یہ وصیت کر جائے گا کہ اس کی جانب سے حج کرایا جائے (موسوعہ فقہیہ ۱۷/ ۴۴، مناسک ملا علی قاری/ ۵۴، ہدایہ/ ۲۰۳، المغنی ۳/ ۱۶۷، المہذب ۲/ ۱۶۷، الخرشی ۳/ ۱۰۱)۔

تیسری فصل:

حج کا وقت

فرض حج کا وقت:

اوپر کی تفصیلات سے واضح ہوا کہ اسلام میں حج ہر ایسے مسلمان مرد وعورت پر زندگی میں ایک بار فرض ہے جو اپنی اور اپنے اہل وعیال کی بنیادی ضروریات سے زائد اتنی مالی استطاعت رکھتا ہو جس سے حج کے متوسط اخراجات پورے کر سکے۔ نیز جسمانی استطاعت بھی رکھتا ہو اور راستہ کی بد امنی وغیرہ خطرہ کی کوئی رکاوٹ بھی نہ ہو۔ اب سوال یہ ہے کہ جب زندگی میں صرف ایک بار حج فرض ہے تو یہ کب فرض ہے؟ جس وقت حج کی استطاعت پالی گئی اسی سال حج ادا کرنا ضروری ہے؟ یا اس کی گنجائش ہے کہ اسی سال نہ کر کے آئندہ کبھی بھی زندگی میں حج کر لے؟ اور اگر یہ گنجائش ہے تو چونکہ حج صرف ماہ ذی الحجہ کے چند دنوں میں اور وہ بھی بیت اللہ شریف جا کر ادا کیا جاتا ہے، اگر کسی نے آئندہ سال کرنے کی نیت کر رکھی ہے اور حج کا وقت آنے سے پہلے اس کے اندر حج کی استطاعت ختم ہو جاتی ہے یا وہ قریب الموت ہو جاتا ہے تو ایسی صورت میں اسے کیا کرنا چاہئے اور شریعت میں اس کے لئے کیا حکم ہے؟

امام ابوحنیفہؒ، امام ابو یوسفؒ، امام مالکؒ کے راجح مسلک اور حنابلہ کے نزدیک حج کی فوری ادائیگی واجب ہے۔ جس سال حج فرض ہوا اسی سال حج ادا کیا جائے۔ اگر اس سال حج نہیں کیا اور حج کو مؤخر کیا تو وہ گنہگار ہوگا۔ اور آئندہ کسی سال حج کر لینے سے حج کی ادائیگی ہو جائے گی اور گناہ ختم ہو جائے گا (المغنی ۳/۱۹۶، حاشیۃ العدوی ۱/ ۴۵۴، مناسک ملا علی قاری ۴۳)۔

فوری حج کرنا اس لئے ضروری ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

"من أراد الحج فليتعجل" (ابوداؤد کتاب المناسک، حدیث ۱۴۷۲)۔

(جس نے حج کا ارادہ کیا وہ جلدی کرے)۔

اورفرمایا:

"من أراد الحج فليتعجل فانه قد يمرض المريض وتضل الضالة وتعرض الحاجة" (ابن ماجہ کتاب المناسک حدیث ۲۸۷۲)۔

(جس نے حج کا ارادہ کیا اسے چاہئے کہ جلدی کرے، کیونکہ کبھی مرض ہوجاتا ہے، کبھی سواری جاتی رہتی ہے، کبھی ضرورت پیش آجاتی ہے)۔

امام شافعی اور امام محمد بن حسن شیبانی کی رائے ہے کہ حج کی فوری ادائیگی واجب نہیں ہے۔ بلکہ عمر میں کبھی بھی حج ادا کرلے۔ پوری عمر حج کا وقت ہے، کیونکہ قرآن میں حج کا حکم مطلقاً ہے، فوری ادائیگی کی قید نہیں ہے۔ اور خود جناب رسول اللہ ﷺ نے حج فرض ہونے کے بعد فوراً حج نہیں فرمایا تھا۔ کیونکہ حج کا حکم ہجرت کے بعد نازل ہوا تھا اور ۸ ھ میں آپ ﷺ نے مکہ فتح فرمائی، لیکن ۱۰ ھ میں آپ ﷺ نے حج فرمایا۔

لیکن واضح رہے کہ خود امام شافعی کے نزدیک بھی تاخیر کی اجازت اس وقت ہے جب آئندہ حج کرنے کا پختہ عزم ہو۔ اسی لئے اگر یہ اندیشہ ہو کہ آئندہ حج کی صلاحیت نہیں رہ جائے گی، یا مالی استطاعت نہیں رہے گی تب ایسی صورت میں حج کو آئندہ کے لئے مؤخر کرنا حرام ہوگا۔ اسی لئے حج فرض ہوتے ہی اسی سال کرلینا امام شافعی کے نزدیک بھی مسنون ہے (موسوعہ فقہیہ ۱۷/ ۲۴، ۲۵، المہذب ۲/ ۶۷۲)۔

یہاں یہ بھی واضح رہے کہ جن لوگوں پر حج فرض ہے، وہ ڈھیر ساری دولت رکھتے ہیں، ملک ملک کا سفر کرتے ہیں، لیکن حج نہیں کرتے، ان کے لئے یہ اجازت نہیں ہے کہ وہ حج کو مؤخر

کریں، وہ بہر حال گنہگار ہوں گے (مقدمہ قاضی مجاہد الاسلام قاسمی، حج وعمرہ)۔

ان تفصیلات کی روشنی میں بہتر یہی ہے کہ حج واجب ہوتے ہی اسی سال کرلیا جائے۔ زندگی کے دن کتنے رہ گئے ہیں کسے معلوم ہے؟ اگر آئندہ سال حج کا وقت آنے سے پہلے موت آ گئی تو فرض جاتا رہے گا، اور فرض کو ہاتھ سے جانے دینا حرام ہے۔ امام شافعی کی رائے یہ بھی ہے کہ اگر حج سے پہلے موت آ گئی تو جب سے حج کی استطاعت پیدا ہوئی تھی اسی وقت سے گنہگار ہوگا (موسوعہ فقہیہ ۱۷/۲۴، لا م ۲/۱۱۷)۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''من ملک زادا وراحلة تبلغه إلى بيت الله ولم يحج فلا عليه أن يموت يهوديا أو نصرانيا'' (ترمذی، کتاب الحج حدیث ۸۱۲)۔

(جس نے توشہ اور سواری پالی جس سے وہ بیت اللہ تک پہنچ سکتا ہے، پھر بھی حج نہیں کیا تو وہ سمجھے کہ وہ یہودی ہو کر مرا ہے یا نصرانی ہو کر)۔

چوتھی فصل:

عورت کے لئے حج کا حکم

عورت پر حج کی فرضیت:

حج جس طرح مرد پر فرض ہوتا ہے اسی طرح عورت پر بھی فرض ہوتا ہے۔ جب کسی عورت کے اندر حج کرنے کی استطاعت ہو جائے تو اس پر حج کے لئے جانا فرض ہوگا۔ استطاعت کی جو تفصیل اوپر کی سطروں میں بیان کی گئی چند اضافوں کے ساتھ مجموعی طور پر وہی عورت کے لئے بھی ہے۔ یعنی:

۱- عورت کی ملکیت میں اپنی بنیادی ضروریات اور اپنے قرض کی منہائی کے بعد اتنی دولت ہو جس سے وہ حج کے لئے مکہ مکرمہ سفر کرنے، وہاں قیام کرنے اور واپس اپنے وطن لوٹنے کے اخراجات پورے کر سکے۔

۲- اسی طرح جسمانی اعتبار سے وہ معذور و مفلوج نہ ہو۔

۳- اور راستہ پر امن ہو۔

یہ تین باتیں مرد اور عورت دونوں میں مشترک ہیں۔ عورت کے لئے مزید ضروری یہ ہے کہ:

۴- سفر حج میں اس کے ساتھ شوہر یا قابل بھروسہ کوئی محرم ہو۔

۵- عورت عدت نہ گذار رہی ہو۔

ان باتوں کی موجودگی میں عورت کے اندر حج کی استطاعت پائی جائے گی اور اس پر حج

کے لئے جانا ضروری ہوگا۔

عورت پر حج فرض ہونے سے متعلق مذکورہ دونوں شرطوں کے ضمن میں درج ذیل امور قابل لحاظ ہیں:

شوہر یا محرم کا ساتھ ہونا:

الف- اگر مکہ مکرمہ عورت کے وطن سے مسافت سفر کی دوری پر ہو تو عورت خواہ بوڑھی ہو یا جوان، بغیر شوہر یا محرم کے حج کے لئے جانا جائز نہیں ہے۔ اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"لا تسافر المرأة ثلاثا إلا ومعها ذو محرم" (بخاری، کتاب الجمعہ حدیث نمبر ۱۰۲۵)۔

(عورت تین دن کی مدت کا سفر اسی وقت کرے جب اس کے ساتھ کوئی محرم ہو)۔

ب- محرم مرد قابل اعتماد اور بالغ ہو جس سے اس عورت کا نکاح ہمیشہ کے لئے حرام ہو، خاندانی رشتہ کی وجہ سے یا سسرالی رشتہ کی وجہ سے یا دودھ کے رشتہ کی وجہ سے، جیسے باپ، بھائی حقیقی یا سوتیلا، چچا، ماموں، بھتیجہ، دودھ شریک بھائی، سسر، داماد وغیرہ۔ ایسے فاسق شخص کے ساتھ سفر نہ کرے جو حلال وحرام کی تمیز نہ کرتا ہو اور عزت وآبرو کے معاملہ میں بے پرواہ ہو خواہ وہ رشتہ میں محرم ہی کیوں نہ ہو (مناسک ملا علی قاری/۵۶)۔

ج- چند نیک خواتین کے ساتھ حج کے لئے جانے کی اجازت گرچہ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ نے دی ہے، لیکن بالخصوص آج کے بگڑتے ہوئے اخلاقی حالات اور سفر کی نزاکتوں کے پیش نظر امام ابوحنیفہؒ کے قول پر ہی عمل کرتے ہوئے عورت کو بغیر محرم ہرگز حج کے لئے نہیں جانا چاہئے (موسوعہ فقہیہ ۱۷/۳۶، المہذب ۱/۱۹۹، الخرشی ۲/۳۰۱)۔

د- عورت کا شوہر یا محرم اگر اپنے خرچ پر حج کے لئے ساتھ میں جانے پر تیار نہ ہو تو عورت پر حج اسی وقت فرض ہوگا جب وہ اپنے خرچ کے ساتھ اپنے محرم کا خرچ بھی پورا کرنے کی صلاحیت

رکھتی ہو(موسوعہ فقہیہ ۱۷/ ۳۶، مناسک ملا علی قاری/ ۵۷)۔

ھ- اگر عورت کو کوئی محرم مل جائے تو شوہر کو یہ اختیار نہیں ہوگا کہ وہ فرض حج کی ادائیگی سے عورت کو روکے (ہدایہ ۲/ ۳۰۳)۔

دوران عدت حج:

عورت کے حج کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ حج کے لئے نکلتے وقت وہ طلاق یا وفات کی عدت نہ گذار رہی ہو، کیونکہ عدت گذارنے والی عورت کو گھر کے باہر نکلنے سے منع کیا گیا ہے۔ قرآن کریم میں ہے:

''لا تخرجوهن من بيوتهن ولا يخرجن إلا ان ياتين بفاحشة مبينة'' (سورۂ طلاق:۱)۔

(انہیں ان کے گھر سے نہ نکالو اور نہ وہ خود نکلیں بجز اس صورت کے کہ وہ کسی کھلی بے حیائی کا ارتکاب کریں)۔

اگر سفر حج کے دوران شوہر کا انتقال ہوجائے اور عدت شروع ہوجائے تو اس صورت میں حکم یہ ہے کہ اگر عورت کا گھر مدت سفر سے کم فاصلہ پر ہوتو وہ گھر لوٹ آئے گی۔ اگر گھر کے بجائے مکہ مکرمہ مدت سفر سے کم فاصلہ پر ہوتو مکہ جائے گی۔ اگر دونوں جانب مدت سفر سے کم مسافت ہوتو اسے اختیار ہوگا، البتہ گھر لوٹ جانا بہتر ہوگا۔ اور اگر دونوں جانب مدت سفر کی دوری ہوتو امام ابوحنیفہؒ کی رائے یہ ہے کہ اگر وہ جگہ شہر ہوتو وہیں یا جنگل ہوتو شہر آکر عدت پوری کرے گی پھر نکلے گی۔ اور صاحبین کے نزدیک کوئی محرم ساتھ ہوتو نکل سکتی ہے (ارشاد الساری الی مناسک ملا علی قاری/ ۵۸)۔

کسی محرم کے بغیر یا دوران عدت اگر عورت حج کے لئے چلی جائے تو وہ گنہگار ہوگی البتہ اس کا حج ادا ہوجائے گا (موسوعہ فقہیہ ۱۷/ ۳۸)۔

موجودہ دور میں سفر کے جدید نظام اور ویزہ وغیرہ کی پابندیوں کی وجہ سے ان عورتوں کے لئے مشکلات پیدا ہوگئی ہیں جو دوران سفر حالت عدت میں آجائیں، چنانچہ اگر حج یا عمرہ کے سفر میں کسی خاتون کے شوہر کا انتقال ہوجائے تو وہ کیا کرے؟ اگر عدت کی مدت تک ویزہ میں گنجائش نہ ہو یا ٹکٹ یا اخراجات قیام کی دشواری ہو تو وہ ایام عدت میں عمرہ وحج کرسکتی ہے یا نہیں؟ ضرورت تھی کہ نئے حالات میں اس مسئلہ پر غور کرکے اس کا جواب دیا جائے، چنانچہ اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا) نے اپنے دسویں سمینار میں حج وعمرہ کے نئے مسائل پر غور کیا جن میں یہ مسئلہ بھی زیر بحث آیا اور پھر سمینار کے اکابر علماء کرام ومفتیان عظام نے درج ذیل فیصلہ کیا:

''سفر حج میں کسی خاتون کے شوہر کا انتقال ہوگیا اور اس نے ابھی احرام نہیں باندھا ہے اور اس کے لئے وطن واپسی ممکن ہے تو وہ اپنے وطن واپس جاکر عدت گذارے۔ اور اگر احرام باندھ چکی ہے یا واپسی کا سفر دشوار ہے تو وہ ایام عدت میں حج وعمرہ ادا کرلے'' (مجلہ حج وعمرہ، ص ۵۸۱)۔

پانچویں فصل:

حج بدل

حج بدل کا حکم:

حج کا حکم زندگی میں صرف ایک بار ہے۔لیکن اس کے باوجود بسا اوقات مختلف اسباب کی وجہ سے حج کی ادائیگی باقی رہ جاتی ہے۔مثلاً ایک شخص پر حج فرض ہے،لیکن حج کرنے سے پہلے وہ جسمانی طور پر معذور ہوگیا، یا ایسا مریض ہوگیا کہ خود سے اعمال حج کی ادائیگی نہیں کرسکتا یا کوئی اور ایسی رکاوٹ پیش آ گئی کہ بذات خود حج کے لئے جانا اس پر لازم نہیں رہا، تو ایسے شخص کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ اپنی جانب سے کسی دوسرے شخص کو حج کے لئے بھیجے۔کبھی انسان کسی وجہ سے حج نہیں کرپاتا ہے اور مرنے سے قبل وصیت کرجاتا ہے کہ اس کی جانب سے حج کرادیا جائے۔کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی شخص پر حج فرض تھا، اس نے نہ خود حج کیا اور نہ مرنے سے پہلے اپنی جانب سے حج کرانے کی وصیت کی،لیکن اس کے وارثین متفقہ طور پر چاہتے ہیں کہ اپنے مرحوم مورث کی جانب سے حج بدل کرادیں۔ان جیسی صورتوں میں حج بدل کی ضرورت پیش آجاتی ہے۔

حج بدل اصولی طور پر درست ہے، کیونکہ حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ قبیلہ جہینہ کی ایک خاتون نبی کریم ﷺ کے پاس آئی اور عرض کیا:

''إن أمي نذرت أن تحج فلم تحج حتى ماتت أفاحج عنها؟

قال ﷺ: نعم! حجي عنها، أرأيت لو كان على أمك دين

أكنت قاضية؟ اقضوا الله فالله أحق بالوفاء" (بخاری)۔

(میری ماں نے حج کی نذر مانی تھی، لیکن حج نہیں کر پائی تھیں کہ انتقال ہوگیا، تو کیا میں ان کی طرف سے حج کرلوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! ان کی طرف سے حج کرلو۔ تمہارا کیا خیال ہے؟ اگر تمہاری ماں پر قرض ہوتا تو کیا تم اس کو ادا کرتی..... تو اللہ کے قرض کو ادا کرو، اللہ زیادہ مستحق ہے کہ اس کا قرض ادا کیا جائے)۔

اور حضرت ابن عباسؓ ہی سے روایت ہے کہ:

"جاء ت امرأة من خثعم عام حجة الوداع قالت يا رسول الله!إن فريضة الله على عباده في الحج أدركت أبي شيخا كبيراً لا يستطيع أن يستوي على الراحلة فهل يقضي عنه أن أحج عنه ؟ قال نعم" (بخاری، کتاب الحج حدیث ۱۷۲۱)۔

(قبیلہ خثعم کی ایک خاتون حجۃ الوداع کے سال آئیں اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! بندوں پر اللہ کا فریضۂ حج میرے بوڑھے باپ پر آچکا ہے لیکن وہ سواری پر سیدھے بیٹھنے کی طاقت نہیں رکھتے، کیا میں ان کی طرف سے حج کروں تو ان کی جانب سے ادا ہو جائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں)۔

ان احادیث کے پیش نظر حنفیہ، شافعیہ اور حنابلہ نے کہا ہے کہ دوسرے کی طرف سے حج کی ادائیگی جائز ہے۔ لیکن مالکیہ نے حج کو بدنی عبادت جیسے روزہ کی طرح قرار دیتے ہوئے کہا کہ دوسرے کی طرف سے حج درست نہیں ہے، کیونکہ بدنی عبادت میں نیابت نہیں ہوتی ہے (المغنی ۳/۱۸۶، المہذب ۲/۶۷۳، موسوعہ فقہیہ ۱۷/۴۲)۔

حج بدل کب ضروری ہے:

حج جس شخص پر فرض ہے، ظاہر بات ہے کہ اسی پر بذات خود حج کے لئے جانا اور حج کرنا لازم ہے۔ قدرت رہتے ہوئے خود حج نہ کرکے دوسرے کو حج کے لئے بھیجنا جائز نہیں ہے اور اس سے اپنا فرض حج ادا نہیں ہوگا۔ ہاں جس شخص پر حج فرض ہوا اور وہ بذات خود حج کی ادائیگی پر قادر نہیں ہے تو وہ اپنی جانب سے حج بدل کرائے گا۔ اس کی درج ذیل صورتیں ہیں:

۱- جس شخص پر مالی قدرت کی وجہ سے حج فرض ہوا، یا اس نے حج کی نذر مان رکھی ہے، اگر وہ حج کے لئے نہیں گیا اور موت کا وقت قریب ہوگیا یا موت کا اندیشہ پیدا ہوگیا تو اس شخص پر واجب ہے کہ اپنی جانب سے حج کرانے کی وصیت کرجائے۔ اگر اسی حال میں موت ہوگئی تو اس کے ترکہ کے ایک تہائی مال میں سے اس کی وصیت کے مطابق اس کی جانب سے حج کرایا جائے گا (موسوعہ فقہیہ ۱۷/۴۷، مناسک ملا علی قاری/۴۳۴)۔

۲- حج فرض ہوا اور بغیر حج کئے مر گیا، اور حج کرانے کی وصیت بھی نہیں کرسکا، تو وہ گنہگار ہے۔ لیکن اس کی طرف سے حج کرانے کی ذمہ داری وارثین پر نہیں ہے۔ البتہ وارثین اگر اپنی خوشی سے مرحوم مورث کی جانب سے حج کرانا چاہیں تو کرا سکتے ہیں، اور امید ہے کہ مرحوم کا گناہ معاف ہوجائے۔ یہ حنفیہ کی رائے ہے۔ شافعیہ اور حنابلہ کی رائے ہے کہ مرحوم مورث کی جانب سے حج کرانا وارثین پر ضروری ہے، خواہ مرحوم نے وصیت نہ کی ہو، کیونکہ جس طرح مرحوم کے دیگر قرضے ادا کئے جائیں گے، حج بھی ویسا ہی ایک قرض ہے، اس لئے وارثین پر ضروری ہے کہ مرحوم کی جانب سے اس کے پورے ترکہ میں سے حج کرائیں (موسوعہ فقہیہ ۱۷/۴۵، المغنی/۱۹۶، المہذب ۲/ ۶۷۳)۔

۳- حج فرض ہونے کے بعد اگر ایسی رکاوٹ پائی جارہی ہے جس کی وجہ سے شرعاً اس پر بذات خود حج کے لئے جانے کا حکم نہیں ہے، تو اس پر ضروری ہے کہ وہ اپنی زندگی میں ہی اپنی

جانب سے کسی دوسرے کو بھیج کر حج کرائے، یا مرنے کے بعد حج کئے جانے کی وصیت کر جائے۔

یہ امور جن کی وجہ سے حج فرض ہونے کے باوجود خود اپنی ذات سے حج کے لئے جانے کا حکم نہیں ہے انہیں شریعت میں ''شرائط اداء'' کہتے ہیں۔ یہ درج ذیل پانچ قسم کے امور ہیں:

۱- امراض وعوارض سے سلامتی وصحت: جیسے اندھا ہونا، اپاہج ہونا، شدید مرض، ہاتھ پاؤں کٹ جانا وغیرہ۔

۲- راستہ کی بدامنی: جیسے راستہ میں کسی سخت ظالم، دشمن یا کسی خطرہ کا خوف وغیرہ۔

۳- قید وبند، ممانعت یا حکمراں کی جانب سے سفر کی پابندی وغیرہ۔

۴- عورت کے حق میں کسی محرم کی عدم موجودگی۔

۵- عورت کے لئے عدت کے ایام۔

یہ پانچ قسم کے امور ایسے ہیں، جن کی موجودگی میں خود سے حج کے لئے جانے کا حکم باقی نہیں رہتا۔ ایسے عوارض اور اسباب پائے جانے کی صورت میں حکم یہ ہے کہ پہلے ان عوارض کے ختم ہونے کا انتظار کرے۔ جب ختم ہو جائیں مثلاً مرض سے شفایابی ہو جائے، یا سفر کی رکاوٹ دور ہو جائے یا عورت کو محرم مل جائے یا اس کی عدت کے دن ختم ہو جائیں تو خود سے حج کے لئے جانا ہوگا۔ لیکن اگر یہ اسباب وعوارض باقی رہیں اور موت کا اندیشہ ہو جائے یا مرض کے ختم ہونے کی امید نہیں رہے، تو اپنی جانب سے کسی دوسرے شخص کو حج کے لئے بھیجنا ضروری ہوگا۔

یہاں یہ واضح رہے کہ مذکورہ پانچ چیزوں کے بارے میں اہل علم کے درمیان یہ اختلاف پایا جاتا ہے کہ وہ حج فرض ہونے کے لئے شرط ہیں، یا خود سے حج ادا کرنے کی شرط ہیں۔ اوپر کی سطور میں خود سے ادا کرنے کی شرط کے بطور مسئلہ بیان ہوا ہے۔ جن اہل علم نے انہیں حج فرض ہونے کی شرط بتایا ہے ان کے نزدیک جب تک یہ عوارض ختم نہ ہوں حج فرض ہی نہیں ہوگا۔ لہذا نہ تو اپنی زندگی میں حج بدل کرانا اور نہ موت کے بعد حج بدل کرانے کی وصیت کرنا ان پر لازم ہوگا (مناسک ملا علی قاری ۵۸)۔

چنانچہ امام ابوحنیفہؒ نے راستہ کی بدامنی، عورت کے لئے محرم کی موجودگی اور صحت و سلامتی بدن کو حج فرض ہونے کی شرائط میں سے قرار دیا ہے۔ جبکہ صاحبین کے نزدیک یہ ادائیگی حج کی شرائط ہیں (ہدایہ ۲۹۸ - ۳۰۴، مناسک ملا علی قاری ۵۱، ۵۸)۔

حج بدل کرنے والا:

حج بدل کے لئے جس شخص کو بھیجا جائے گا، ضروری ہے کہ وہ بھی مسلمان اور عاقل ہو۔ شافعیہ اور حنابلہ نے یہ شرط بھی لگائی ہے کہ حج بدل کرنے والا اس حج بدل سے پہلے اپنی جانب سے حج کر چکا ہو (المغنی ۳/ ۲۰۰، المہذب ۲/ ۶۷)، اس لئے کہ حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ:

> "أن النبی ﷺ سمع رجلا یقول: لبیک عن شبرمة، قال: من شبرمة؟ قال: أخ لی أو قریب لی، قال: حججت عن نفسک؟ قال: لا، قال: حج عن نفسک، ثم حج عن شبرمة" (ابوداؤد، کتاب المناسک حدیث ۱۵۴۶)۔
>
> (رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو یہ کہتے سنا "شبرمہ کی طرف سے لبیک" تو آپ ﷺ نے پوچھا: شبرمہ کون ہے؟ اس نے کہا: میرا بھائی ہے یا میرا رشتہ دار ہے، تو آپ ﷺ نے پوچھا: کیا تم نے اپنی طرف سے حج کر لیا ہے؟ اس نے کہا: نہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: اپنی طرف سے حج کرو پھر شبرمہ کی طرف سے حج کرو)۔

حنفیہ کی رائے ہے کہ حج بدل کرنے والے کو پہلے اپنی جانب سے حج کئے ہوئے ہونا چاہئے۔ لیکن اگر ایسے شخص نے حج بدل کیا جو اپنی طرف سے حج نہیں کئے ہوا ہے تو کراہت کے ساتھ یہ حج ادا ہو جائے گا اور بھیجنے والے شخص کی طرف سے حج کی ذمہ داری پوری ہو جائے گی۔

اس رائے کی دلیل یہ ہے کہ سابق حدیث میں قبیلہ خثعم کی خاتون کو آپ ﷺ نے حکم دیا کہ اپنے والد کی طرف سے حج کرلو، اس سے یہ دریافت نہیں فرمایا کہ وہ پہلے سے اپنی جانب سے حج کرچکی ہے یا نہیں کی ہے۔ اگر یہ ضروری ہوتا تو آپ ﷺ اس سے پہلے یہ بات ضرور دریافت فرماتے (موسوعہ فقہیہ ۱۷/ ۴۷، ۵۷، مناسک ملا علی قاری ۴۵۲)۔

حج بدل کرنے والا اپنے خرچ سے نہیں بلکہ بھیجنے والے شخص کے خرچ سے حج کرے گا۔

اور حج کی اقسام افراد، قران وتمتع میں سے جس قسم کے حج کا اسے حکم دیا گیا ہے وہی ادا کرے گا۔

چونکہ موجودہ زمانہ میں دشواریوں سے بچنے کے لئے اور آسانی کے پیش نظر حج تمتع کا رواج ہوگیا ہے، دوسری جانب حج تمتع میں شکرانہ کے بطور قربانی کرنی بھی ضروری ہوتی ہے۔ ان دونوں باتوں کے پیش نظر یہ بات قابل غور وفکر تھی کہ آج کے دور میں حج بدل کے لئے کسی کو بھیجنا عرفاً حج تمتع تصور کیا جائے گا یا نہیں؟ اسی طرح میت کی طرف سے حج میں تمتع کی اجازت ہوگی یا نہیں؟ نیز حج تمتع کرنے کی صورت میں شکرانہ کی قربانی کا خرچ کون دے گا؟ کیا یہ حج کرانے والے شخص پر لازم ہوگا، یا حج بدل کرنے والے شخص پر جس نے تمتع کی سہولت اٹھائی ہے؟ چنانچہ اس مسئلہ پر اسلامک فقہ اکیڈمی نے تفصیل کے ساتھ غور ومباحثہ کیا اور آخر میں بالاتفاق درج ذیل فیصلہ کیا:

> ’’اگر اصطلاح شرع کے مطابق واقعی حج بدل ہو تو اس صورت میں عام اصول کے مطابق حج افراد کیا جانا چاہئے۔ لیکن حج بدل کرنے والے کو چاہئے کہ حج بدل کرانے والے کو مسئلہ سمجھا کر اس سے حج تمتع یا مطلق حج کی اجازت حاصل کرلے۔ اگر کسی وجہ سے اس نے اجازت نہیں لی تو چونکہ عام طور سے حج تمتع کیا جاتا ہے خود حج کرانے والا اگر حج کرتا تو سہولت کی بنیاد پر حج تمتع کرتا۔ لہذا عرف وعادت کے پیش نظر مامور کے لئے حج تمتع کی اجازت ہوگی۔ اس صورت میں میقات سے عمرہ کا احرام

بھی آمر کی طرف سے کرنا ہوگا، اور اس صورت میں دم شکر بھی آمر کے خرچ سے ادا کیا جائے گا'' (مجلہ حج وعمرہ/ ۵۸۰، ۵۸۱)۔

حج بدل میں مرد اور عورت دونوں برابر ہیں۔ لہذا مرد کی طرف سے مرد اور عورت دونوں حج بدل کرسکتے ہیں، اسی طرح عورت کی طرف سے عورت اور مرد دونوں حج بدل کرسکتے ہیں، کیونکہ سابق حدیث میں مرد کی جانب سے عورت کو حج بدل کرنے کی اجازت دی گئی ہے اور اس کے برعکس صورت کی بھی کوئی ممانعت وارد نہیں ہے (المغنی ۳/ ۱۸۹)۔

تیسرا باب:

حج کی ابتداء
میقات اور احرام اور ان کے شرعی احکام

پہلی فصل:۔آداب روانگی

☆ حج کے لئے روانگی کے آداب

دوسری فصل: میقات اور ان کے احکام

☆ میقات- احکام حج کا مقام آغاز

☆ پانچ میقات

☆ میقات سے پہلے احرام

☆ بغیر احرام میقات سے گذرنا

☆ میقات زبانی

تیسری فصل:احرام اور اس کے احکام

☆ احرام- احکام حج کا وقت آغاز

☆ احرام کا مسنون طریقہ

☆ حالت احرام کی ممنوعات

☆ ممنوعات احرام کے ارتکاب کا کفارہ

پہلی فصل:

آداب روانگی

حج کے لئے روانگی کے آداب:

حج کا سفر ایک مقدس سفر ہے۔ یہ ایک عظیم عبادت کی ادائیگی کے لئے سفر ہے۔ اس سفر کی عظمت اور روحانیت کا کیا اندازہ ہوسکتا ہے؟ یہ پروردگار عالم کے اولین گھر کا سفر ہے اور مسافر رب کعبہ کا مہمان بننے جارہا ہے۔ آقائے کون ومکاں نے بلایا ہے اور بندہ ''میں حاضر ہوں'' کہتا ہوا نکل پڑا ہے۔ ایسے بابرکت، پرعظمت اور مقدس سفر پر روانگی کے لئے اسی کے شایان شان تیاری بھی ہونی چاہئے۔ اس سفر کی تیاری سج دھج نہیں ہے، شان وشوکت اور زیب وزینت نہیں ہے، یہاں کی تیاری خلوص وطہارت ہے، مال ودل کی پاکیزگی ہے، حقوق کی ادائیگی ہے، مرضی مولی اور خوشنودی رب کی جستجو ہے، اس کے ذکر اور یاد کی سوغات اور اس کے حکم کی تعمیل تقوی کی دولت ہے۔ آیئے! اس سفر پر روانہ ہونے سے پہلے اس کی تیاری کریں:

۱- اس سفر حج میں خالص حلال آمدنی خرچ کریں۔ مال مشتبہ اور حرام مال ہرگز خرچ نہ کریں کہ وہ معصیت ہے۔ پھر حج مقبول ومبرور نہیں ہوگا۔ امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ حج ہی نہیں ہوگا۔

۲- اپنے سارے گناہوں سے توبہ کریں۔ جن گناہوں میں مبتلا ہوں انہیں فوراً چھوڑ دیں۔ جو گذر گیا اس پر شرمندہ ہوں۔ آئندہ کے لئے پھر نہ دہرانے کا عزم ہو۔ نماز چھوٹتی رہی ہے تو اس کی قضا شروع کردیں۔ اگر کسی کو دکھ پہنچایا ہے تو اس سے معافی مانگ لیں اور اسے

منالیں۔کسی کا کچھ باقی ہوتو اسے ادا کردیں یا اس سے خوشی خوشی معاف کرالیں۔جس کا حق تھا وہ مرگیا یا لاپتہ ہےتو اس کی طرف سے فقیروں کو صدقہ کردیں اور نیت پختہ کرلیں کہ اگر کبھی اس کا وارث مل گیا یا غائب ہونے کی صورت میں وہ خود مل گیا تو اسے اس کا دین ادا کردیں گے۔

۳- ماں باپ، بیوی اور دوسرے جن رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک ضروری ہے ان کو خوش و راضی کرلیں۔عورت اپنے شوہر کو راضی کرے۔شوہر کے لئے مستحب ہے کہ بیوی کے ساتھ سفر کرے۔

۴- سفر کے لئے ایسا ساتھی تلاش کریں جو خیر کا طالب ہو اور بھول جانے پر حج کے مسائل بتائے۔کسی باعمل عالم کا ساتھ ہو تو سب سے بہتر ہے کہ وہ اپنے علم و عمل سے فائدہ پہنچائے گا۔

۵- روانگی کے وقت اپنے گھر میں دو رکعت نفل نماز پڑھ لیں کہ یہ مستحب ہے۔پہلی رکعت میں سورہ ''الکافرون'' اور دوسری رکعت میں سورہ ''اخلاص'' پڑھیں۔نماز کے بعد خوب جی لگا کر اللہ سے دعا مانگیں۔درج ذیل دعا مسنون ہے:

''اللهم أنت الصاحب في السفر والخليفة في الأهل والمال، اللهم إنا نسئلک في مسيرنا هذا البر والتقوى ومن العمل ما تحب وترضى، اللهم إنا نسئلک أن تطوى لنا الأرض وتهون علينا السفر، وارزقنا في سفرنا هذا السلامة في العقل والدين والبدن والمال والولد، وتبلغنا حج بيتک الحرام وزيارة نبيک عليه أفضل الصلاة والسلام ۔ اللهم إني لم أخرج اشراً ولا بطراً ولا رياءً ولا سمعة بل خرجت اتقاء سخطک وابتغاء مرضاتک وقضاء لفرضک واتباعا لسنة نبيک محمد ﷺ وشوقا

إلى لقائک ، اللهم فتقبل ذلک مني و صل علی أشرف عبادک سيدنا محمد و علی آله و صحبه الطيبين الطاهرين أجمعين''۔

(اے اللہ تو ہی میرے سفر کا ساتھی اور میرے غائبانہ میں میرے اہل وعیال اور میرے مال ودولت کا نگہبان ہے۔ اے اللہ! اس سفر میں نیکی، پرہیزگاری اور اپنے پسند کے کاموں کی توفیق عطا فرما۔ اے اللہ! ہمارے لئے سفر کو آسان اور مختصر کر دیجئے۔ اور اس سفر میں ہمیں سلامتی عقل کی، دین کی، بدن کی، مال واولاد کی عطا فرمائیے۔ اپنے گھر کا حج اور اپنے نبی کی زیارت کا موقع عطا فرمائیے۔ اے اللہ! اس سفر میں اکڑ اور تکبر کے ساتھ نہیں نکلا ہوں۔ نہ دکھانے اور شہرت کے لئے۔ میں تو آپ کی ناراضی سے بچنے کے لئے، آپ کو راضی کرنے کے لئے، فرض ادا کرنے کے لئے، آپ کے نبی کی سنت کی پیروی میں اور آپ سے ملاقات کے شوق میں نکلا ہوں۔ پس اے اللہ مجھ سے اس سفر کو قبول فرمالیجئے اور اشرف العباد سیدنا محمد ﷺ اور ان کی اولاد اور ان کے صحابہ پر رحمت نازل فرمائیے)۔

٦- سب سے اہم یہ بات ہے کہ آپ حج کے لئے جارہے ہیں، اگر حج کا طریقہ آپ کو نہیں معلوم ہے تو حج کیسے صحیح ہوگا؟ اس لئے آپ حج کا طریقہ اچھی طرح سیکھ لیں۔ مستحب ہے کہ اپنے ساتھ حج کے مسائل واحکام کی کوئی اچھی کتاب رکھ لیں۔ اسے بار بار پڑھتے رہیں تاکہ حج کے مسائل ذہن نشین ہوجائیں۔ بسا اوقات لوگ مکہ والوں کو دیکھ کر عمل کر لیتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ وہ مسائل حج جانتے ہیں، اور اس طرح دھوکہ کھا جاتے ہیں۔ یہ صحیح نہیں ہے (موسوعہ فقہیہ ١٧/ ٨٠، ٨٢۔ مناسک ملا علی قاری ٧-١٠)۔

دوسری فصل:

میقات اور ان کے احکام

میقات-احکام حج کا مقام آغاز:

میقات وہ مقام ہے جہاں سے حج کے اعمال اور احکام کا آغاز ہوتا ہے۔ حج کے لئے اللہ تعالی نے وقت بھی مقرر فرمایا ہے اور جگہ بھی متعین فرمائی ہے۔ حج کا احرام کب باندھا جائے؟ یہ میقات زمانی ہے۔ اور کہاں سے باندھا جائے؟ یہ میقات مکانی ہے۔

پانچ میقات:

میقات مکانی دراصل مکہ مکرمہ کے چاروں جانب کی وہ جگہیں ہیں جہاں پہنچ کر حج یا عمرہ کے لئے احرام باندھ لینا ضروری ہوتا ہے۔ بغیر احرام باندھے ان مقامات سے آگے بڑھنا جائز نہیں ہے۔ رسول کریم ﷺ نے ان مقامات کو متعین فرما دیا ہے۔ یہ درج ذیل ہیں:

☆ مدینہ والوں کے لئے ذوالحلیفہ ہے جسے ابیار علی بھی کہا جاتا ہے۔ (یہ مکہ سے شمال میں چار سو پچاس کیلومیٹر پر ہے)۔

☆ اہل شام کے لئے جحفہ جو رابغ کے قریب ہے (یہ شمال مغرب میں ۱۸۷ کیلومیٹر کے فاصلہ پر ہے)۔

☆ اہل نجد کے لئے قرن المنازل (یہ ۹۴ کیلومیٹر کے فاصلہ پر مشرقی پہاڑ ہے)۔

☆ اہل یمن کے لئے یلملم ہے (مکہ کے جنوب میں ۵۴ کیلومیٹر کی دوری پر ہے)۔

☆ اہل عراق کے لئے ذات عرق (شمال مشرق میں ۹۴ کیلومیٹر کے فاصلہ پر ہے)۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں:

''وقت رسول الله ﷺ لأهل المدينة ذاالحليفه ولأهل الشام الجحفة ولأهل نجد قرن المنازل ولأهل اليمن يلملم، فهن لهن ولمن أتى عليهن من غير أهلهن لمن كان يريد الحج والعمرة، فمن كان دونهن فمهله من اهله وكذاک حتى أهل مكة يهلّون منها'' (بخاری کتاب الحج حدیث ۱۴۲۹)۔

(رسول اللہ ﷺ نے اہل مدینہ کے لئے ذوالحلیفہ کو اہل شام کے لئے جحفہ کو اہل نجد کے لئے قرن المنازل کو اور اہل یمن کے لئے یلملم کو میقات مقرر فرمایا۔ اورفرمایا کہ یہ ان اطراف والوں کے لئے اور جو دوسرے لوگ ان جگہوں سے حج وعمرہ کے ارادہ سے گذریں ان کے لئے میقات ہیں۔ اور جن کا گھر ان میقاتوں کے اندر ہے تو وہ اپنے گھر سے احرام باندھیں حتی کہ مکہ والے مکہ سے احرام باندھیں)۔

یہ پانچوں جگہیں میقات ہیں۔ یہ بڑا دائرہ ہے۔ اس کے اندر ایک دائرہ شہر مکہ مکرمہ کے اطراف میں ہے، جسے حدود حرم کہتے ہیں۔ اور حدود حرم اور میقاتوں کے درمیان والا حصہ ''حل'' کہلاتا ہے۔ اس طرح یہ تین علاقے ہوجاتے ہیں۔ اور ان علاقوں کے رہنے والے تین قسم کے ہوجاتے ہیں۔ پہلی قسم حدود حرم کے رہنے والے لوگ، انہیں اہل مکہ کہہ سکتے ہیں۔ دوسری قسم حل کے لوگ ہیں، جو حدود حرم سے باہر لیکن میقات کے اندر رہیں۔ اور تیسری قسم میقات سے باہر رہنے والے لوگ ہیں۔

اہل میقات :

جولوگ میقات کے باہر سے آرہے ہوں اور حج یا عمرہ کا ارادہ رکھتے ہوں ان کے لئے ضروری ہے کہ میقات سے گذرنے سے پہلے احرام باندھ لیں ۔جس میقات سے ان کا گذر ہورہا ہے اسی میقات کا اعتبار ہوگا۔خواہ اس میقات کی جانب کے رہنے والے ہوں یا کسی اور جانب سے آ کر اس میقات سے گذر رہے ہوں ۔جیسا کہ سابق حدیث میں حکم دیا گیا ہے۔

اہل حل :

حل کے رہنے والے اگر حج یا عمرہ کا احرام باندھنا چاہیں تو ان کے لئے میقات سے آ کر احرام باندھنے کا حکم نہیں ہے۔ بلکہ وہ اپنے گھر ہی سے یا حل کے جس مقام سے چاہیں حج اور عمرہ کا احرام باندھیں۔ان کے لئے حل ہی میقات ہے۔

اہل حرم :

اہل حرم کے لئے یہ حکم ہے کہ حج کا احرام تو وہ حرم کے اندر ہی باندھیں گے۔حرم سے باہر آنے کی ضرورت نہیں ہے۔لیکن عمرہ کے لئے انہیں حرم کے حدود سے باہر حل میں آ کر احرام باندھنا ہوگا۔

ان سب کی دلیل وہ حدیث ہے جو پیچھے گذر چکی ہے۔

حدود حرم :

حرم مکی کے حدود مکہ کی پانچ سمتوں میں متعین کر دیئے گئے ہیں جو درج ذیل ہیں :
شمال میں ''تنعیم'' جو مکہ سے چھ کیلومیٹر کے فاصلہ پر ہے۔جنوب میں'' اضاۃ'' جو بارہ

کیلومیٹر پر واقع ہے۔مشرق میں سولہ کیلومیٹر کے فاصلہ پر ''جعرانہ'' اور شمال مشرق میں چودہ کیلومیٹر پر واقع ''وادی نخلہ'' اور مغرب میں ''شمیسی'' جو مکہ سے پندرہ کیلومیٹر کے فاصلہ پر ہے۔

میقات سے پہلے احرام:

میقات پر پہنچ کر احرام باندھ لینا ضروری ہے،بغیر احرام کے ان سے گذرنا جائز نہیں ہے۔لیکن میقات سے بہت پہلے اگر کوئی احرام باندھ لے۔مثلاً کوئی شخص اپنے گھر سے ہی احرام باندھ کر چلے یا میقات آنے سے بہت پہلے احرام باندھ لے تو اس کا کیا حکم ہے؟ اس سلسلہ میں تمام اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ میقات سے پہلے احرام باندھ لینا درست ہے۔اور اسی وقت سے احرام کے احکام لازم ہو جائیں گے۔لیکن اس میں اختلاف ہے کہ میقات پر پہنچ کر احرام باندھنا افضل ہے یا پہلے ہی باندھ لینا افضل ہے؟ مالکیہ،شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک میقات سے پہلے احرام باندھنا مکروہ ہے۔حنفیہ کے نزدیک اگر یہ اطمینان ہو کہ احرام کی پابندیوں کی خلاف ورزی نہیں ہوگی تو میقات سے پہلے احرام باندھنا افضل ہے (موسوعہ ۲/ ۱۴۸، المغنی ۳/ ۲۲۲، الخرشی ۳/ ۱۳۱)۔

اگر حج وعمرہ کا ارادہ رکھنے والا شخص بغیر احرام باندھے میقات سے آگے بڑھ جائے تو وہ گنہگار ہوگا اور واجب ہوگا کہ وہ لوٹ کر میقات پر آئے اور پھر احرام باندھ کر جائے۔اگر واپس لوٹ کر نہیں آتا ہے تو اس پر فدیہ لازم آئے گا،یعنی ایک جانور کی قربانی کرنی ہوگی،خواہ نہ لوٹنا کسی عذر کی وجہ سے ہو یا بلا عذر،اور خواہ وہ جان بوجھ کر میقات سے بغیر احرام باندھے بڑھ گیا ہو یا بغیر جانے،یا بھولے سے،فدیہ بہرصورت لازم ہوگا۔ہاں کسی عذر کی وجہ سے میقات پر لوٹ کر نہیں آتا ہے،مثلاً وقت تنگ ہے اور وقوف عرفہ چھوٹ جانے کا اندیشہ ہے،یا شدید مرض ہے یا کوئی اور عذر ہے تو عذر کی وجہ سے نہ لوٹنے میں گنہگار نہیں ہوگا،لیکن فدیہ لازم رہے گا (موسوعہ ۲/ ۱۴۹، الخرشی ۲/ ۱۳۱، المغنی ۳/ ۲۲۵، المہذب ۲/ ۱۹۳)۔

بغیر احرام میقات سے گذرنا:

اس پر تو سب کا اتفاق ہے کہ حج وعمرہ کا ارادہ رکھنے والا شخص بغیر احرام باندھے میقات سے نہیں گذر سکتا ہے (المغنی ۳/۲۲۶)۔ لیکن اگر حج وعمرہ کا ارادہ نہ ہو تو تب کیا حکم ہے؟

اگر حدود حرم میں جانے کا ارادہ نہ ہو، بلکہ حدود حرم سے باہر حل کے کسی علاقہ میں کسی ضرورت سے جانے کا ارادہ ہو تو ایسے شخص پر احرام باندھ کر میقات سے اندر آنا ضروری نہیں ہے۔

لیکن حج وعمرہ کے علاوہ کسی اور تجارتی غرض یا ملاقات وغیرہ کے مقصد سے حدود حرم کے اندر جانے کا ارادہ ہو تو حنفیہ کے نزدیک میقات سے احرام باندھ کر ہی گذرنا ہوگا اور مکہ آکر عمرہ کر کے احرام کھولا جائے گا۔ اس لئے کہ احرام کا مقصد حرم کی مبارک زمین کا احترام ہے، لہذا حج وعمرہ کا ارادہ ہو یا نہ ہو حدود حرم میں آنے کا ارادہ کرنے والے ہر شخص پر ارض حرم کا احترام کرتے ہوئے میقات سے احرام باندھ کر ہی آنے کی اجازت ہوگی۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت سعید بن جبیر کی مرسلاً روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"لا يجاوز أحد الوقت إلا المحرم" (مصنف ابن ابی شیبہ)۔

(کوئی بھی میقات سے نہ بڑھے مگر یہ کہ وہ محرم ہو)۔

امام شافعیؒ کے نزدیک اصح قول میں حج وعمرہ کا ارادہ نہ رکھنے والے کے لئے حدود حرم میں بلا احرام آنا جائز ہے۔ خواہ اسے بار بار وہاں آنے کی ضرورت پیش آتی ہو یا کبھی کبھی۔ البتہ احرام باندھ کر آنا مستحب ہے۔ یہی رائے مالکیہ کی ہے۔ حنابلہ کے نزدیک بھی بغیر احرام آنا جائز ہے۔ ان فقہاء کا استدلال یہ ہے کہ رسول کریم ﷺ نے میقات کی تعیین ان لوگوں کے لئے فرمائی جو حج وعمرہ کے ارادہ کے ساتھ باہر سے آئیں، جیسا کہ پیچھے گذری حدیث میں ذکر آیا

ہے۔نیز مسلم شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ مکہ میں بغیر احرام تشریف لائے، آپ ﷺ کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ تھا (المغنی ۳؍ ۲۲۷۔الایضاح ۱۹۷، المدونہ ۱؍ ۴۰۵)۔

احرام کی پابندی کے ساتھ ہی مکہ مکرمہ آنے اور عمرہ ادا کرنے کے حکم میں ان لوگوں کو بڑی دشواری پیش آتی ہے جو اپنی کسی ضرورت یا تجارتی مقصد سے بار بار مکہ آتے ہیں۔ بلکہ ٹیکسی ڈرائیور، غذائی اشیا فراہم کرنے والے اور دیگر تاجروں کو بسا اوقات ایک دن میں کئی بار میقات کے باہر سے حدود حرم میں اور مکہ مکرمہ میں آنا پڑتا ہے۔ ہر بار احرام باندھ کر آنے اور عمرہ ادا کرنے کی پابندی ان کے لئے وقت طلب بھی ہے اور دشواری کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

اس دشواری کے پیش نظر اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا) نے حج وعمرہ سے متعلق نئے مسائل پر منعقدہ اپنے دسویں سیمینار میں اس مسئلہ پر بھی غور کیا، اور بالاتفاق درج ذیل فیصلہ کیا:

"حدود میقات سے باہر رہنے والے ہوں یا مکہ اور حل میں رہنے والے، اگر حدود میقات کے باہر سے مکہ کی نیت کر کے میقات سے بڑھیں تو ان پر لازم ہے کہ وہ احرام باندھ کر ہی میقات سے آگے بڑھیں خواہ وہ حج وعمرہ کی نیت سے جائیں یا کسی اور مقصد سے۔

موجودہ حالات میں جبکہ تجار، دفاتر میں کام کرنے والے، ٹیکسی چلانے والے اور دیگر پیشہ ورانہ کام کرنے والے کبھی ہر روز، کبھی ہر دوسرے تیسرے دن اور بعض لوگوں کو ایک دن میں ایک سے زیادہ دفعہ حرم میں داخل ہونا پڑتا ہے، ایسی حالت میں اس طرح کے لوگوں کو ہر بار احرام اور اداءِ عمرہ کی پابندی بے حد مشقت طلب اور دشوار ہے، اس لئے ان حضرات کے لئے بغیر احرام باندھے حدود حرم میں داخلہ کی گنجائش ہوگی" (مجلہ حج وعمرہ ۹؍ ۵۷)۔

میقات زمانی:

میقات کی ایک قسم مکانی میقات تھی، یعنی وہ مقام جہاں سے حج وعمرہ کا احرام باندھے بغیر آگے نہیں بڑھ سکتے۔ ایک میقات زمانی ہے، یعنی حج وعمرہ کا احرام کب باندھا جائے؟ اور حج کے اعمال کب ادا کئے جائیں؟ میقات زمانی کے تعلق سے قرآن کریم میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

''الحج أشهر معلومات'' (سورۂ بقرہ ۱۹۷)۔

(اہم حج کے (چند) مہینے علوم ہیں)۔

اس سے مراد ماہ شوال، ماہ ذی قعدہ اور ذی الحجہ کے دس دن ہیں۔ امام مالک نے پورا ذی الحجہ مراد لیا ہے (الخرشی ۳/ ۱۳۰، المہذب ۲/ ۶۷۸)۔

یہ مہینے حج کے ایام ہیں، حج کے بیشتر اعمال تو ذی الحجہ کی نو تاریخ سے بارہ تاریخ تک مخصوص ہیں۔ صرف بعض اعمال کے بارے میں یہ گنجائش ہے کہ انہیں حج کے مہینوں میں کبھی بھی ادا کیا جا سکتا ہے۔ اعمال حج کی تفصیل کے موقع پر اس کی وضاحت آئے گی۔ احرام بھی ان ہی اعمال میں سے ایک ہے۔ عمرہ کا وقت تو سال بھر رہتا ہے، اس لئے عمرہ کا احرام کبھی بھی باندھا جا سکتا ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص حج کا احرام بہت پہلے باندھتا ہے تو کیا حج کے مہینوں کے اندر ہی باندھ سکتا ہے یا ان سے پہلے یعنی ماہ شوال سے بھی پہلے باندھ سکتا ہے؟ اس میں فقہاء مجتہدین کی رایوں میں اختلاف ہے۔

امام شافعیؒ کی رائے میں حج کے مہینوں سے پہلے حج کا احرام باندھنا درست نہیں ہے (المہذب ۲/ ۶۷۷)۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں:

''من السنة أن لا يحرم بالحج إلا في أشهر الحج'' (بخاری کتاب الحج)۔

(سنت یہ ہے کہ حج کا احرام صرف حج کے مہینوں میں باندھے)۔

لیکن حنفیہ، امام مالک اور امام احمد کے نزدیک حج کے مہینوں سے قبل احرام باندھنا مکروہ تو ہے لیکن درست ہو جائے گا۔ اس لئے کہ احرام حج کے لئے اسی طرح شرط ہے جس طرح نماز کے لئے طہارت شرط ہے، اور طہارت نماز سے کافی پہلے حاصل کرنا جائز ہے تو احرام بھی پہلے باندھا جا سکتا ہے (المغنی ۲/۲۳۱، الہدایہ ۲/۳۸۹)۔

تیسری فصل:

احرام اور اس کے احکام

احرام-احکام حج کا وقت آغاز:

حج کی عبادت کا آغاز احرام سے ہوتا ہے۔ احرام کیا ہے؟ اللہ کے مقدس گھر میں جا کر حج کی عبادت بجالانے کا نقطہ آغاز۔ کیسا پیارا اور انوکھا آغاز ہے۔ انسان اپنے سلے ہوئے کپڑے اتار کر سادی سی دو چادروں میں چلا آتا ہے، پاک وصاف اور خوشبو سے آراستہ ہوکر پہلے دو رکعت نفل نماز ادا کرتا ہے، اور دل میں حج کی نیت کرتے ہوئے کہتا ہے:

''اللهم إني أريد الحج فيسره لي وتقبله مني''۔

(اے اللہ میں حج کا ارادہ کرتا ہوں تو آپ اسے میرے لئے آسان کر دیجئے اور مجھ سے اس کو قبول فرمالیجئے)۔

اور ساتھ میں تلبیہ پڑھتا ہے:

''لبيك اللهم لبيك، لبيك لا شريك لك لبيك، إن الحمد والنعمة لك والملك، لا شريك لك''۔

لیجئے احرام ہوگیا۔ اب احکام حج کے دائرہ میں قدم آ گیا۔ یہاں کے آداب اور احکام علاحدہ ہیں۔ کتنی چیزیں جو جائز تھیں، اب ممنوع ہوگئیں۔ اب مولی کی مرضی ہے، رب کی یادیں ہیں، آقا کی خوشنودی ہے اور پروردگار کی تعمیل ہے۔

احرام، حج کے لئے شرط ہے۔ اس کے ذریعہ حج کی پابندیوں میں داخلہ ہوتا ہے۔ احرام میں حنفیہ کے نزدیک دل سے نیت اور زبان سے تلبیہ پڑھنا ضروری ہے۔ ان دونوں عمل

کے بعد احرام شروع ہوجاتا ہے۔صرف نیت کی ہے تو احرام کا آغاز نہیں ہوا۔ ہاں تلبیہ کی جگہ پر اللہ کی تعظیم وحمد کے کوئی اور الفاظ کہہ لئے یا حج میں قربانی کے لئے جانور کو ساتھ لے چلے تو بھی احرام کا آغاز ہوجائے گا۔ دوسرے فقہاء کے نزدیک صرف نیت کرنے سے ہی احرام شروع ہوجاتا ہے (موسوعہ ۲/۱۳۰، مناسک ملاعلی قاری ۸۹)۔

احرام کا مسنون طریقہ:

مرد اور عورت دونوں کے لئے احرام کا مسنون طریقہ درج ذیل ہے:

۱-پہلے غسل کرکے احرام کے کپڑے پہن لئے جائیں۔حضرزید بن ثابتؓ کی روایت ہے کہ:

"رأی النبی ﷺ تجرد لاهلاله واغتسل" (ترمذی کتاب الحج حدیث نمبر ۷۶۰)۔

(انہوں نے دیکھا کہ نبی ﷺ نے اپنے احرام کے لئے کپڑے اتارے اور غسل فرمایا)۔

مرد ہو یا عورت حتی کہ حیض ونفاس والی عورت کے لئے بھی غسل کرنا مسنون ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

" ان النفساء والحائض تغتسل وتحرم وتقضی المناسک کلها غير آن لا تطوف بالبيت حتى تطهر" (ترمذی کتاب الحج حدیث نمبر ۸۶۷)۔

(حالت نفاس اور حیض والی عورت غسل کرے گی اور احرام باندھے گی اور تمام اعمال حج ادا کرے گی۔صرف بیت اللہ کا طواف نہیں کرے گی جب تک کہ پاک نہ ہوجائے)۔

مرد کے لئے احرام کے کپڑے بغیر سلی دو چادریں ہوں گی۔عورت سلے کپڑے پہنے گی۔ روایت ہے کہ:

''انطلق النبیﷺ من المدینة بعد ماترجل وادهن ولبس إزاره ورداءه'' (بخاری کتاب الحج حدیث نمبر ۱۴۴۴)۔

(نبی ﷺ نے مدینہ سے روانہ ہونے سے قبل بال سنوارے، تیل لگایا اور اپنا ازار (لنگی) اور اپنی چادر پہنی)۔

۲- پھر صرف بدن پر خوشبو لگائی جائے۔حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ:

''کنت أطیب رسول الله ﷺ لإحرامه قبل أن یحرم ولحله قبل أن یطوف بالبیت'' (بخاری کتاب الحج حدیث نمبر ۱۴۳۹)۔

(میں رسول اللہ ﷺ کو احرام کے لئے احرام باندھنے سے پہلے، اور احرام سے حلال ہونے پر بیت اللہ کے طواف سے پہلے خوشبو لگاتی تھی)۔

۳- اس کے بعد دو رکعت نماز پڑھی جائے۔حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ:

''صلّی فی ذی الحلیفة رکعتین ثم أحرم'' (مسلم)۔

(رسول اللہ ﷺ نے ذوالحلیفہ میں دو رکعت نماز پڑھی پھر احرام باندھا)۔

اس کے بعد نیت کے ساتھ تلبیہ پڑھ لی جائے۔یہ مسنون طریقہ پر احرام ہوگیا۔اس وقت سے کوشش کی جائے کہ جتنا زیادہ ہو سکے تلبیہ پڑھا جائے۔سواری پر چڑھتے وقت، اترتے وقت، اونچائی پر چڑھتے، نیچے اترتے، ہر وقت پڑھا جائے۔صرف طواف اور سعی کے درمیان تلبیہ کی جگہ دوسرے اذکار اور دعاؤں میں مشغول رہا جائے۔تلبیہ کا سلسلہ اس وقت سے جاری رہے گا اور دس ذی الحجہ کو جمرہ عقبہ کی رمی کرتے وقت یہ سلسلہ ختم ہوگا۔

حالت احرام کی ممنوعات:

احرام کی حالت میں آ جانے کے بعد کچھ چیزیں ممنوع ہوگئیں۔ اور جب تک احرام باقی ہے یہ ممنوع رہیں گی۔ ان پابندیوں کا مقصود یہ ہے کہ احرام والے شخص کے اندر یہ احساس فروزاں ہوجائے کہ وہ حج کی عبادت انجام دے رہا ہے۔ اور ساتھ ہی سادگی اور تقشّف کی تربیت بھی انجام پائے۔ پراگندگی اور تذلل ومسکنت کا اظہار اس کے رب کو بھاتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ عرفہ کی رات اللہ تعالی اپنے فرشتوں پر حاجیوں کے ذریعہ فخر کرتے ہوئے کہتا ہے:

''انظروا إلى عبادي أتوني شعثا غبرا'' (مسند احمد حدیث ۷۰۹۲)۔

(میرے بندوں کو دیکھو میرے پاس کس طرح پراگندہ حال پراگندہ بال آئے ہیں)۔

احرام کی حالت میں ممنوع چیزیں درج ذیل ہیں:

اول: لباس سے متعلق:

مرد کے حق میں لباس سے متعلق حکم یہ ہے کہ پورے بدن یا اس کے کسی بھی حصہ کو کسی ایسے کپڑے سے چھپانا منع ہے جو سلا ہوا ہو یا سلنے کی ہیئت پر بنایا گیا ہو۔ لہذا اس کے لئے منع ہے کہ وہ قمیص و کرتا، ٹوپی، عمامہ، پائجامہ، دستانہ جیسی چیزیں پہنے۔ پاؤں میں ایسا جوتا یا چپل بھی نہ ہو جو پاؤں کے اوپری حصہ کو چھپادے۔ سر اور چہرہ کھلا رہنا چاہئے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ احرام باندھنے والا کون سا لباس پہنے؟، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''لا يلبس القمص ولا العمائم ولا السراويلات ولا البرانس ولا الخفاف إلا أحد لا يجد النعلين فليلبس خفين

وليقطعهما أسفل من الكعبين ولا تلبسوا من الثياب شيئا مسه الزعفران أو ورس" (بخاری کتاب الحج حدیث ۱۴۴۲)۔

(نہ قمیص پہنو، نہ عمامہ، نہ پائجامہ، نہ ٹوپی، نہ خف (موزہ) اگر کسی کو چپل نہ ملے تو موزے اس طرح پہن لے کہ اسے ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ دے، اور ایسا کپڑا نہ پہنو جس میں کچھ زعفران یا ورس (خوشبو) آمیز ہو)۔

عورت کے حق میں لباس سے متعلق احرام کی پابندی صرف یہ ہے کہ اس کا چہرہ کھلا رہے۔ مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک عورت اپنے دونوں ہاتھ بھی کھلا رکھے گی۔ اس کے علاوہ وہ کسی بھی طرح کا لباس پہن سکتی ہے، بشرطیکہ کپڑے میں خوشبو نہ ہو (المغنی ۳۱۵/۲، بدایۃ المجتہد ۲۷۹/۳)۔

دوم: جسم سے متعلق:

جسم سے متعلق احرام کی پابندیوں کا تعلق اس بات سے ہے کہ جسم میں خوشبو نہ لگے، پراگندگی ختم نہ کی جائے اور حسن و زیبائش کا اظہار نہ ہو۔ واضح رہے کہ احرام باندھنے سے پہلے اچھی طرح صفائی و طہارت حاصل کرنے کا حکم ہے، اور خوشبو بھی لگائی جاتی ہے۔ لیکن اب احرام کے بعد اللہ تعالیٰ کو پراگندہ حالی ہی پسند ہے، اب اسے یہ ہوش نہیں ہونا چاہئے کہ جسم کیسا ہے اور لباس کیسا؟ بال و ناخن کیسے لگ رہے ہیں؟ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"ولا تحلقوا رؤوسكم حتى يبلغ الهدى محله فمن كان منكم مريضا أو به أذى من رأسه ففدية من صيام أو صدقة أو نسک" (سورۂ بقرہ ۱۹۶)۔

(اور جب تک قربانی اپنے مقام پر پہنچ جائے اپنے سر نہ منڈاؤ لیکن اگر تم میں سے کوئی بیمار ہو یا اس کے سر میں کچھ تکلیف ہو تو وہ روزوں سے یا خیرات سے یا ذبح سے فدیہ دے دے)۔

پس اس روشنی میں جسم سے متعلق حکم یہ ہے کہ سر کا بال مونڈنا یا کاٹنا منع ہے، خواہ کسی بھی طرح سے کاٹا جائے۔ بدن کے کسی بھی حصہ کا بال صاف کرنا منع ہے۔ ناخن تراشنا منع ہے۔ اسی طرح بدن کے کسی بھی حصہ پر تیل لگانا منع ہے۔ شافعیہ کے نزدیک صرف سر، داڑھی اور مونچھ میں تیل منع ہے۔ بدن میں لگا سکتے ہیں (المہذب ۳؍ ۲۱۴)۔ اور حنابلہ کے نزدیک تیل لگانا منع نہیں ہے (المغنی ۳۰۶/۲، موسوعہ فقہیہ ۱۶۰/۲)۔

اسی طرح خوشبو لگانا منع ہے، تیل اگر خوشبودار ہو تو وہ بھی سب کے نزدیک منع ہوگا۔ اگر احرام سے قبل کپڑے میں خوشبو لگایا تھا تو حنفیہ و مالکیہ کے نزدیک احرام کے بعد وہ کپڑا بھی استعمال کرنا منع ہے۔ جبکہ شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک احرام سے قبل لگی ہوئی خوشبو احرام کے بعد بھی پہنے ہوئے کپڑے سے آئے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے (الخرشی ۳؍ ۳۳۴، موسوعہ ۲/ ۱۶۱) خوشبو کو بغیر چھوئے صرف سونگھنا بھی منع ہے۔ یہ حنفیہ، مالکیہ وشافعیہ کے نزدیک مکروہ اور حنابلہ کے نزدیک حرام ہے (موسوعہ ۲/ ۱۶۲)۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے کھڑے ہوکر رسول اللہ ﷺ سے پوچھا:

''من الحاج یا رسول الله؟قال: الشعث التفل'' (ترمذی کتاب تفسیر القرآن حدیث نمبر ۲۹۴۴)۔

(اے اللہ کے رسول ﷺ! حاجی کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جس کے بال پراگندہ وبکھرے ہوں اور جس کے جسم سے خوشبو نہ آتی ہو)۔

سوم: شکار سے متعلق:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''یا ایھا الذین آمنوا لا تقتلوا الصید وأنتم حرم'' (سورۂ مائدہ:۹۵)۔

(اے ایمان والو شکار کو مت مارو جب کہ تم حالت احرام میں ہو)۔

اور فرمایا:

''أحل لكم صيد البحر وطعامه متاعا لكم وللسيارة وحرم عليكم صيد البر ما دمتم حرما'' (سورۂ مائدہ:۹۶)۔

(تمہارے لئے دریائی شکار اور اس کا کھانا جائز کیا گیا تمہارے نفع کے لئے اور قافلوں کے لئے اور تمہارے اوپر جب تک تم حالت احرام میں ہو خشکی کا شکار حرام کیا گیا)۔

ان آیات اور متعدد احادیث کی روشنی میں شکار سے متعلق حکم یہ ہے کہ حالت احرام میں خشکی کے شکار کو مارنا یا کسی بھی شکل میں اسے تنگ کرنا منع ہے۔حتی کہ کسی دوسرے شکار کرنے والے شخص کو شکار میں کسی بھی قسم کی مدد کرنا بلکہ شکار کی جانب اشارہ کرنا بھی منع ہے۔شکار خشکی کا وہ جانور ہے جو اپنی اصل خلقت کے لحاظ سے وحشی ہو اور جو اپنے پر یا پاؤں کی مدد سے پکڑ میں آنے سے بھاگ جاتا ہو۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''إن هذا البلد حرمه الله لا يعضد شوكه ولا ينفر صيده ولا يلتقط لقطته إلا من عرفها'' (بخاری کتاب الحج حدیث ۱۴۸۴)۔

(اس شہر کو اللہ نے حرام کردیا ہے، اس کے نہ کانٹے کاٹے جائیں گے، نہ اس کے شکار کو بھگایا جائے گا اور نہ اس میں کسی پڑی چیز کو اٹھایا جائے گا، سوائے اس شخص کے جو اس چیز کی تشہیر کرے)۔

شکار کئے ہوئے جانور کو اپنی ملکیت میں لینا بھی جائز نہیں ہے۔لہذا اس کو خریدنا، فروخت کرنا، اس کا ہدیہ قبول کرنا، یا وصیت یا صدقہ میں اسے قبول کرنا جائز نہیں ہے (موسوعہ ۲/ ۱۶۳)۔

چنانچہ حضرت صعب بن جثامہ کی روایت ہے:

''أنه أهدى لرسول الله ﷺ حماراً وحشيا وهو بالأبواء أو بودان فرده عليه، فلما رأى ما في وجهه قال: إنا لم نرده عليك إلا أنا حرم'' (بخاری کتاب الحج حدیث ١٦٩٦)۔

(انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو مقام ابواء یا ودان میں ایک وحشی گدھا ہدیہ کیا تو رسول اللہ ﷺ نے اسے واپس کردیا، پھر جب آپ نے ان کے چہرہ پر ناگواری دیکھی تو فرمایا، ہم نے صرف اس لئے واپس کردیا کہ ہم لوگ احرام کی حالت میں ہیں)۔

اگر کسی دوسرے شخص نے کوئی شکار کر رکھا ہے تو ایسے شکار جانور کے گوشت، دودھ اور انڈا وغیرہ کے بارے میں حکم یہ ہے کہ اگر احرام والے شخص نے اس میں کسی بھی قسم کا کوئی تعاون نہ کیا ہو، نہ شکار کی طرف اشارہ کیا ہو نہ شکار کرنے کا حکم دیا ہو، تو وہ اس جانور میں سے کھا سکتا ہے۔ کیونکہ حضرت قتادہؓ نے جو حالت احرام میں نہ تھے ایک وحشی جانور کا شکار کیا، صحابہ کرام نے جب اس شکار کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا تو آپ ﷺ نے پوچھا:

''هل منكم أحد أمره أو أشار إليه بشئ؟ قال: ؟قالوا: لا، قال: فكلوا مابقي من لحمها'' (مسلم کتاب الحج حدیث ٢٠٦٥)۔

(کیا تم میں سے کسی نے ان کو شکار کرنے کا حکم دیا یا اس کی طرف کسی چیز سے اشارہ کیا تھا؟ صحابہ نے کہا: نہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تب تم لوگ اس کا باقی گوشت کھاؤ)۔

یہ رائے حنفیہ کی ہے۔

دوسرے فقہاء کی رائے یہ ہے کہ اگر حالت احرام والے شخص کے لئے ہی کسی دوسرے نے شکار کیا ہے تو اس میں سے کھانا احرام والے کے لئے جائز نہیں ہے۔ لیکن اگر شکاری نے اپنے لئے یا کسی غیر احرام والے کے لئے شکار کیا ہو تب احرام والا شخص اس میں سے کھا سکتا

ہے (موسوعہ ۴/ ۱۶۵، المغنی ۴/ ۲۹۴، ۲۹۴، ۲۹۴، المجموع ۷/ ۳۲۷، مناسک ملاعلی قاری ۱۱۹/)۔ کیونکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

"سمعت رسول اللہ ﷺ یقول: صید البر لکم حلال مالم تصیدوہ أو یصد لکم" (ابوداؤد کتاب المناسک حدیث ۱۵۷۷)۔

(میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: خشکی کا شکار جانور تمہارے لئے اس وقت حلال ہے جب تم نے اس کا شکار نہ کیا ہو اور نہ تمہارے لئے شکار کیا گیا ہو)۔

مذکورہ بالا ممانعت سے کچھ جانوروں کو مستثنیٰ کیا گیا ہے۔ حالت احرام میں ان کو مارنا ممنوع نہیں ہے۔ یہ درج ذیل ہیں: کوا، چیل، بھیڑیا، سانپ، بچھو، چوہیا اور کاٹنے والا کتا (المغنی ۳۴۴/۴)۔

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"خمس من الدواب لا جناح علی من قتلهن في قتلهن: الغراب، والحدأة، والعقرب، والفأرة والكلب العقور" (مسلم کتاب الحج حدیث ۲۰۷۸)۔

(پانچ جانور ایسے ہیں جن کو قتل کرنے میں قتل کرنے والے پر کوئی حرج نہیں ہے: کوا، چیل، بچھو، چوہیا، اور کاٹنے والا کتا)۔

اسی طرح درندے جانور جو انسان پر حملہ آور ہو جائیں ان کو مارنا بھی درست ہے۔ حدیث کے الفاظ ہیں:

"یقتل المحرم السبع العادي" (ترمذی کتاب الحج حدیث ۷۶۷)۔

(حملہ کرنے والے درندہ کو محرم قتل کرے گا)۔

محرم کے لئے سمندر کے شکار حلال ہیں۔ چنانچہ مچھلی وغیرہ سمندری شکار وہ خود بھی

کر سکتا ہے، اس میں رہنمائی بھی کر سکتا ہے، اور اس میں سے کھانا بھی اس کے لئے جائز ہے (المغنی ۳۴۸/۴)۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''أحل لكم صيد البحر وطعامه متاعا لكم وللسيارة وحرم عليكم صيد البر ما دمتم حرما'' (سورۂ مائدہ ۹٦)۔

(تمہارے لئے دریائی شکار اور اس کا کھانا جائز کیا گیا تمہارے نفع کے لئے اور قافلوں کے لئے اور تمہارے اوپر جب تک تم حالت احرام میں ہو خشکی کا شکار حرام کیا گیا)۔

چہارم: جنسی تعلق:

حالت احرام کے اندر اپنی بیوی کے ساتھ جنسی تعلق قائم کرنا ممنوع ہے۔ بلکہ اس پاکیزہ عبادت کے دوران کسی بھی قسم کی جنسی خواہش کی تکمیل کی ممانعت ہے۔ چنانچہ بوس و کنار، جنسی نوعیت کا کوئی بھی عمل اور جنسیات کی کوئی بھی گفتگو ممنوع ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''فمن فرض فيهن الحج فلا رفث ولا فسوق ولاجدال في الحج'' (سورۂ بقرہ ۱۹۷)۔

(جو کوئی ان میں اپنے اوپر حج مقرر کرے تو پھر حج میں نہ کوئی فحش بات ہونے پائے اور نہ کوئی بے حکمی اور نہ کوئی جھگڑا)۔

مذکورہ بالا امور سے اس وقت تک گریز کیا جائے گا جب تک احرام کی پابندی باقی ہے۔ دس ذی الحجہ کو سر کے بال کٹوانے کے بعد احرام ختم ہوجائے گا اور یہ پابندیاں ختم ہوجائیں گی۔ صرف جنسی تعلق کی اجازت طواف افاضہ کے بعد ہوگی۔

ممنوعات احرام کے ارتکاب کا کفارہ:

حج کے دوران جن چیزوں کی ممانعت ہے، اگر ان میں سے کسی چیز کا ارتکاب ہوجائے تو اس پر کفارہ لازم آتا ہے۔ ممنوع عمل کی نوعیت علاحدہ علاحدہ ہونے کے اعتبار سے اس پر لازم ہونے والے کفارہ کی بھی الگ الگ نوعیت ہے۔ اسی طرح ممنوع عمل کا ارتکاب کبھی جان بوجھ کر کیا گیا ہوگا، کبھی انجانے اور بھول چوک میں ایسا ہوسکتا ہے، اور کبھی کوئی عذر پیش آسکتا ہے جس میں ممنوع عمل کا ارتکاب کرنا پڑ جائے۔ پس جس حالت میں ممنوع عمل کا ارتکاب ہوا ہے، اس کے فرق سے بھی کفارہ کی صورت بدلتی ہے۔ ذیل میں اس کی مختصر سی تفصیل پیش ہے:

ارتکاب کی نوعیت:

اول: اگر کسی عذر مثلاً بیماری یا کسی تکلیف کی وجہ سے کسی ممنوع عمل کا ارتکاب ہوا ہے۔ مثال کے طور پر بال کٹانا ممنوع ہے، لیکن سر میں جوئیں تکلیف دہ بن گئی ہیں اور اس تکلیف سے نجات پانے کے لئے بال کٹایا ہے، تو اس میں کفارہ یہ ہے کہ وہ درج ذیل تین کاموں میں سے کوئی ایک کام انجام دے۔ یا تو فدیہ دے (فدیہ یہ ہے کہ ایک جانور کی قربانی دے)، یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلائے، یا تین دن روزے رکھے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالی نے اس رخصت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے:

> "ولا تحلقوا رؤوسكم حتى يبلغ الهدى محله، فمن كان منكم مريضاً أو به أذى من رأسه ففدية من صيام أو صدقة أو نسک" (سورۂ بقرہ ١٩٦)۔

(اور جب تک قربانی اپنے مقام پر پہنچ جائے اپنے سر نہ منڈاؤ لیکن اگر تم میں

سے کوئی بیمار ہو یا اس کے سر میں کچھ تکلیف ہو تو وہ روزوں سے یا خیرات سے یا ذبح سے فدیہ دے دے)۔

اور حضرت کعب بن عجرہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے سر میں جوئیں دیکھیں تو پوچھا کہ کیا تمہارے سر کی جوئیں تمہیں ایذا پہنچا رہی ہیں؟ انہوں نے کہا: ہاں، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''فاحلق وصم ثلاثة أيام أو أطعم ستة مساكين أو انسك نسيكة'' (مسلم کتاب الحج حدیث ۲۰۸۰)۔

(سر مونڈا لو، اور تین دن روزے رکھو، یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلا دو یا ایک قربانی پیش کرو)۔

دوم: اگر کوئی شخص جان بوجھ کر ممنوعات احرام میں سے کسی عمل کا ارتکاب کرتا ہے تو جرم کی نوعیت کے لحاظ سے قربانی یا فدیہ جو کفارہ لازم ہوتا ہو وہ ادا کرنا ہوگا۔ اس میں اختیار نہیں ہوگا۔ کیونکہ آیت قرآنی میں مرض وغیرہ کے عذر کی صورت میں اختیار دیا گیا ہے، یہاں جب عذر نہیں ہے تو جرم کی نوعیت سنگین ہوگئی اس لئے اس کے کفارہ میں بھی سختی ہوگی۔ یہ رائے حنفیہ کی ہے، جبکہ مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک معذور شخص کی طرح ہی اس کو بھی اختیار رہوگا، اور اس عمل پر گناہ بھی ہوگا (الخرشی ۳/ ۳۴۳، موسوعہ ۲/ ۱۸۲، مناسک ملا علی قاری/ ۳۳۳)۔

سوم: اگر بھول چوک یا لاعلمی میں کسی ممنوع عمل کا ارتکاب ہوا ہے تو چونکہ جس چیز سے فائدہ اٹھانا منع تھا وہ فائدہ حاصل کرلیا گیا، اس لئے حنفیہ و مالکیہ کے نزدیک اس کا حکم بھی جان بوجھ کر کرنے والے کی طرح ہی ہوگا۔ شافعیہ اور حنابلہ کی رائے ہے کہ اگر ممنوع عمل میں کوئی چیز ختم کی گئی ہے، جیسے بال اور ناخن کاٹ دیا تو اس میں کفارہ ہوگا۔ کیونکہ اس میں قصد اور بھول برابر ہیں۔ لیکن ممنوع عمل ایسا نہ ہو مثلاً سر ڈھانپنا اور تیل وخوشبو لگانا تو اس میں کفارہ نہیں ہوگا (بدایۃ

المجموع ۳/ ۳۷۷، موسوعہ ۲/ ۱۸۲، المجموع ۷/ ۳۰۶ـ ۳۰۷، المغنی ۲/ ۵۳۵)۔

ممنوع عمل کی نوعیت:

احرام کے دوران ممنوع اعمال کیا کیا ہیں؟ ان کی تفصیل گذر چکی ہے، ان اعمال کے فرق سے ان پر لازم ہونے والے کفارہ کی نوعیت میں بھی فرق ہوا ہے، جس کے پیچھے دراصل یہ اندازہ کارفرما ہے کہ جرم کا درجہ کیا ہے، جس درجہ کا جرم ہوگا، اس پر لازم ہونے والے کفارہ کی صورت بھی اسی کے مطابق ہوگی، پھر ایک جرم کے درجہ کو متعین کرنے میں بھی اہل علم کی رایوں میں فرق ہوا ہے۔

اول: لباس سے متعلق غلطی:

اگر مرد نے کسی ممنوع کپڑے کو پہن لیا، یا سر کو ڈھانپ لیا یا عورت نے اپنے چہرہ کو ڈھانپ لیا تو حنفیہ کے نزدیک حکم یہ ہے کہ دن بھر یا رات بھر اسی حالت میں گذر جائے تو کفارہ ایک جانور (بکرا) کی قربانی ہے۔ اگر پورے دن یا پوری رات سے کچھ کم یہ حالت رہے تو اس کا کفارہ نصف صاع گیہوں یا ایک صاع جو کا صدقہ ہے (نصف صاع ایک کلو پانچ سو نوے گرام کے برابر ہے) اور اگر صرف تھوڑی دیر تک ایسی حالت رہی تو ایک مٹھی گیہوں کا صدقہ کفارہ ہے (مناسک ملا علی قاری/ ۳۰۷-۳۰۹)۔

امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک مقدار وقت کی قید کے بغیر اس جرم کے ارتکاب پر مطلقاً فدیہ لازم ہوگا۔ مالکیہ کے نزدیک اگر کپڑے سے سردی یا گرمی سے بچاؤ کا فائدہ اٹھالیا تو فدیہ لازم ہوگا (موسوعہ فقہیہ ۲/ ۱۸۳، نہایۃ المحتاج ۳/ ۳۳۲، المغنی ۲/ ۵۳۲، حاشیۃ العدوی علی شرح ابی الحسن لرسالۃ ابن ابی زید ۱/ ۴۸۹)۔

دوم: خوشبو سے متعلق غلطی:

خوشبو اگر بدن کے کسی ایک مکمل عضو جیسے سر یا ہاتھ یا پنڈلی پر لگائی ہے تو ایک قربانی کرنی ہوگی۔ ایک مجلس میں پورے بدن پر لگانا ایک عضو میں لگانے کے حکم میں ہوگا اور ایک قربانی واجب ہوگی۔ لیکن ہر عضو میں علاحدہ علاحدہ مجلس میں خوشبو لگائی تو ہر ایک عضو کی خوشبو کے بدلہ ایک ایک قربانی دینی ہوگی۔ اور یہ بھی ضروری ہوگا کہ خوشبو کو ختم کرلیا جائے، اگر خوشبو باقی رہی تو پھر دوسری قربانی لازم ہوجائے گی۔ اگر ایک عضو سے کم میں خوشبو لگائی تو جرم کم ہونے کی وجہ سے صرف صدقہ (نصف صاع گیہوں یا ایک صاع جو) لازم ہوگا۔ اگر کپڑے میں خوشبو لگائی ہے تو اگر اس کی مقدار ایک بالشت مربع ہے اور دن بھر یا رات بھر لگی رہی تو ایک قربانی واجب ہوگی۔ اگر دونوں میں سے کوئی ایک بات ہے تو صدقہ واجب ہوگا اور اگر مقدار بھی کم ہے اور وقت بھی کم تو صرف ایک مٹھی گیہوں صدقہ کیا جائے گا۔ یہ حنفیہ کی رائے ہے (مناسک ملا علی قاری ۳۱۴، ۳۲۱)۔

شافعیہ، مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک کپڑے اور بدن میں خوشبو لگانے پر مقدار اور وقت کی قید کے بغیر فدیہ واجب ہوگا۔

سوم: بال و ناخن کاٹنے سے متعلق غلطی:

چوتھائی سر یا چوتھائی داڑھی مونڈانے پر ایک قربانی کا کفارہ ہے۔ ایک چوتھائی سے کم پر صدقہ واجب ہے۔ اور وضو کرنے یا کھجانے کے دوران خود سے تین بال گر جائیں تو ہر بال کے عوض ایک مٹھی گیہوں صدقہ کرنا ہے۔ یہ حنفیہ کی رائے ہے۔ مالکیہ کے نزدیک صفائی کی غرض سے ایک بھی بال توڑنے پر قربانی واجب ہوگی۔ اگر یہ غرض نہ ہو تو دس بال ٹوٹنے تک ایک مٹھی گیہوں اور اس سے زائد پر جانور کی قربانی لازم ہوگی (مناسک ملا علی قاری ۳۲۵)۔

امام شافعی و امام احمد کے نزدیک پورے سر کے بال مونڈوائے یا پورے جسم کے بال

کاٹے یا سر کے تین بال بھی کاٹے تو فدیہ لازم ہوگا۔ اور قربانی کرنے، مسکین کو کھلانے اور روزہ رکھنے میں اختیار ہوگا۔ ایک بال میں ایک مد (درمیان ہاتھ سے ایک سیب کے برابر) اور دو بال میں دو مد گیہوں ادا کرنا ہوگا (المجموع ۷/ ۳۴۴، المغنی ۳/ ۵۳۰)۔

دونوں ہاتھوں کے ناخن یا دونوں پاؤں کے ناخن کاٹنے پر ایک جانور کی قربانی کفارہ ہے۔ ایک ہی مجلس میں تمام ہاتھ پاؤں کے ناخن پر ایک قربانی ہوگی۔ ایک ہاتھ کے پانچ سے کم ناخن کاٹنے پر ہر ناخن کے عوض ایک صدقہ لازم ہوگا۔ یہ حنفیہ کا مسلک ہے (مناسک ملا علی قاری ۳۳۱)۔

شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک ناخن کاٹنے میں بال کی طرح حکم ہے، یعنی ایک ناخن میں ایک مد، دو ناخن میں دو مد گیہوں اور تین یا اس سے زائد ناخن میں فدیہ واجب ہے۔ مالکیہ کے نزدیک صفائی مقصود ہو تو ایک ناخن پر بھی قربانی ہے، ورنہ ایک ناخن پر ایک مٹھی گیہوں کا صدقہ ہے، اور ایک مجلس میں دو ناخن پر فدیہ ہے (موسوعہ فقہیہ ۲/ ۱۸۶، المجموع ۷/ ۳۴۴، المغنی ۳/ ۵۳۱، حاشیۃ العدوی ۱/ ۴۸۹)۔

چہارم: شکار سے متعلق غلطی:

اس سلسلہ میں آیت کریمہ ہے:

''یایها الذین آمنوا لا تقتلوا الصید و انتم حرم و من قتله منکم متعمدا فجزآء مثل ما قتل من النعم یحکم به ذوا عدل منکم هدیا بالغ الکعبة او کفارة طعام مساکین أو عدل ذلک صیاماً لیذوق وبال امره عفا الله عما سلف و من عاد فینتقم الله منه و الله عزیز ذو انتقام'' (سورۂ مائدہ ۹۵)۔

(اے ایمان والو شکار کو مت مارو جب کہ تم حالت احرام میں ہو اور تم میں سے

جو کوئی دانستہ اسے مار دے گا تو اس کا جرمانہ اسی طرح کا ایک جانور ہے جس کو اس نے مار ڈالا ہے (اور) اس کا فیصلہ تم میں سے دو معتبر شخص کریں گے خواہ وہ جرمانہ چوپایوں میں سے ہو جو نیاز کے طور پر کعبہ تک پہنچائے جاتے ہیں خواہ مسکینوں کو کھانا (کھلا دیا جائے) یا اس کے مساوی روزہ رکھ لئے جائیں تاکہ وہ اپنے کئے کی شامت کا مزہ چکھے جو کچھ ہو چکا اللہ نے اسے معاف کر دیا لیکن جو کوئی پھر یہ حرکت کرے گا اللہ اس سے انتقام لے گا اور اللہ زبردست ہے انتقام پر قادر ہے)۔

شکار جان بوجھ کر ہو، یا بے جانے، یا غلطی سے اس کی جزاء بہر صورت لازم ہے۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک جزاء یہ ہے کہ جس جگہ جانور شکار کیا ہے اس جگہ یا اس کے قریب ترین جگہ کے اعتبار سے دو ماہرین کے ذریعہ اس جانور کی قیمت لگائی جائے گی، پھر اسے اختیار ہوگا کہ یا تو اس قیمت سے جانور خرید کر حرم میں قربانی کرائے۔ یا اس کی قیمت سے غلہ خرید کر ہر مسکین کو نصف صاع گیہوں یا ایک صاع جو کے حساب سے صدقہ کر کے تقسیم کر دے۔ یا ہر مسکین کے بدلہ ایک دن روزہ رکھے۔

پنجم: جنسی عمل سے متعلق غلطی:

حالت احرام میں جنسی تعلق خواہ جان بوجھ کر ہو، یا بھول چوک میں، یا مسئلہ سے ناواقفیت میں بہر صورت اس پر کفارہ لازم آئے گا۔

جنسی تعلق اگر وقوف عرفہ سے پہلے ہو گیا تو تمام فقہاء کے نزدیک بالاتفاق حج باطل ہو جائے گا۔ اب اس کے لئے حکم یہ ہے کہ وہ اپنے اس فاسد حج کو جاری رکھ کر اعمال حج مکمل کرے، آئندہ سال اس حج کی قضا کرے اور قضا حج میں حنفیہ کے نزدیک ایک بکری اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ایک بڑے جانور کی قربانی پیش کرے۔

وقوف عرفہ کے بعد اگر حالت احرام میں جنسی تعلق ہوجائے تو حنفیہ کے نزدیک ایک بڑے جانور کی قربانی کفارہ میں دینی ہوگی، اور حج فاسد نہیں ہوگا۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"الحج عرفة" (ترمذی کتاب الحج حدیث ۸۱۴)۔

(حج عرفہ ہے)۔

اور ایک دوسری حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا:

"وقف بعرفة قبل ذلک لیلا أو نھارا فقد أتم حجه وقضی تفثه" (ترمذی کتاب الحج حدیث ۸۱۵)۔

(عرفہ میں وقوف کیا، اس سے پہلے رات یا دن میں تو اس کا حج مکمل ہوگیا اور اس نے اپنی پراگندگی پوری کرلی)۔

لیکن ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اس صورت میں بھی اس کا حج فاسد ہوجائے گا اور اس پر ایک بڑے جانور کی قربانی لازم ہوگی (موسوعہ فقہیہ ۲/ ۱۹۱، المجموع ۷/ ۳۳۲، حاشیۃ العدوی ۱/ ۴۸۵، المغنی ۳/ ۵۱۶، ۵۱۷)۔

البتہ دسویں ذی الحجہ کو سر کے بال کٹوانے کے بعد لیکن طواف افاضہ سے پہلے جبکہ دیگر ممنوعات احرام ختم ہوگئی تھیں لیکن جنسی تعلق کی اجازت نہیں تھی، اگر کسی نے اسی دوران جنسی تعلق قائم کرلیا تو بالاتفاق اس کا حج فاسد نہیں ہوگا۔ حنفیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک ایک بکری کی قربانی لازم ہوگی اور امام مالک کے نزدیک ایک بڑے جانور کی قربانی دینی ہوگی (المغنی ۳/ ۵۲۰، المجموع ۷/ ۳۴۵، مناسک ملا علی قاری ۳۴۰)۔

اگر جنسی تعلق کے بجائے صرف بوس و کنار اور جنسی شہوت کے ساتھ چھونے وغیرہ پر اکتفا کیا ہے تو اس کا حکم یہ ہے کہ یہ جس وقت بھی پیش آئے اس سے حج تو فاسد نہیں ہوگا، لیکن ایک

قربانی پیش کرنی ہوگی۔ یہ رائے حنفیہ اور شافعیہ کی ہے۔ حنابلہ کے نزدیک انزال نہ ہوتب تو یہی حکم ہے، لیکن انزال ہوجانے پر ایک بڑے جانور کی قربانی لازم ہوگی۔ اور مالکیہ کے نزدیک انزال ہوجائے تو جنسی تعلق کے حکم کی طرح حج فاسد ہوجائے گا، اور انزال نہ ہوتو ایک بڑے جانور کی قربانی لازم ہوگی (مناسک ملاعلی قاری/ ۳۳۳، المغنی ۳/ ۳۳۲، المجموع ۷/ ۳۳۳، الخرشی ۳/ ۳۳۶)۔

چوتھا باب:

حج کے پانچ دن

ہر دن کے اعمال اور ان کے شرعی احکام

پہلی فصل:حج کا پہلا دن

☆یوم الترویہ(۸/ذی الحجہ)

دوسری فصل:حج کا دوسرا دن

☆یوم عرفہ(۹/ذی الحجہ)

تیسری فصل :حج کا تیسرا دن

☆یوم النحر (۱۰/ذی الحجہ)

چوتھی فصل:حج کا چوتھا دن

☆یوم تشریق(۱۱/ذی الحجہ)

پانچویں فصل:حج کا پانچواں دن

☆یوم تشریق(۱۲/ذی الحجہ)

پہلی فصل:

حج کا پہلا دن

احرام باندھے ہوئے میقات سے گذر کر سوئے حرم آمد ہوئی ہے۔میقات کے اندر 'حل' کے علاقہ سے گذرتے ہوئے حرم کے حدود میں داخلہ ہوا ہے۔یہی وہ حرم ہے جس کی ہر شئی محترم ہے۔جس کے چرند و پرند اور درخت و پودکو بھی امان حاصل ہے۔حرم میں داخل ہونے کے بعد پہلی منزل مسجد حرام ہے۔اور مسجد حرام میں مرکز قلب و نظر مقدس خانہ کعبہ ہے۔خدا کے اس گھر پر پہلی نظر بھی ادب و احترام اور خشوع و خضوع کی پڑنی چاہئے، اور عظمت و جلال کے اس گھر کے مالک کے سامنے بے ساختہ دعا کے لئے ہاتھ اٹھ جانے چاہئے۔رسول آخرالزماں ﷺ نے اس شہر حرام کے اندر ہر ہر موقع اور ہر ہر جگہ کے لئے دعائیں بتائی ہیں، حج اور عمرہ کرنے والوں کو چاہئے کہ مسنون دعاؤں کی کسی کتاب سے یہ دعائیں یاد کرلیں یا کتاب ساتھ رکھیں اور موقع بہ موقع دعائیں کی جائیں۔

مکہ آکر پہلا کام بیت اللہ کا طواف ہے۔اور طواف سے ہی عمرہ کا آغاز ہوجاتا ہے۔ حج کے اعمال آٹھ ذی الحجہ سے شروع ہوتے ہیں۔اس سے پہلے جو لوگ مکہ آگئے اگر انہوں نے حج تمتع یا حج قران کی نیت کررکھی ہے تو وہ عمرہ مکمل کریں گا۔اگر صرف حج کی نیت سے آئے ہیں تو بھی پہلے طواف کعبہ ہی کرنا ان کے لئے مسنون ہے۔

آٹھ ذی الحجہ سے حج کے اعمال شروع ہوں گے، اور پانچ دن تک جاری رہیں گے۔ حج کے ان پانچ دنوں کے مناسک اور اعمال ہر دن کی تفصیل کے ساتھ ذیل کی سطور میں پیش کئے جارہے ہیں:

یوم الترویہ (۸/ذی الحجہ):

آج کے دن سے حج کے اعمال کا آغاز ہوتا ہے۔ یہ دن یوم الترویۃ کہلاتا ہے۔ترویہ کا معنی ہے: سیراب کرنا۔آج کے دن لوگ اپنے اونٹوں کو خوب پانی پلا کر سیراب کردیتے تھے تاکہ آئندہ چند دنوں تک وہ آرام سے مناسک حج کی ادائیگی میں استعمال ہوں۔

آج سورج طلوع ہونے کے بعد مکہ سے منیٰ کے لئے روانگی ہوگی اور یہاں قیام کیا جائے گا۔اگر صبح کے بجائے زوال کے بعد مکہ سے منیٰ آیا جائے تو بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ اس وقت سے لے کر نو ذی الحجہ کی صبح تک منیٰ میں ہی قیام کیا جائے گا۔ یہاں ظہر،عصر،مغرب، عشاء اور نو ذی الحجہ کی فجر کی نمازیں اپنے اپنے وقت میں پڑھی جائیں گی۔

منیٰ میں آمد:

۸/ذی الحجہ کو سورج طلوع ہونے کے بعد مکہ سے منیٰ آنا اور یہاں پانچ نمازیں پڑھنا تمام فقہاء کے نزدیک مسنون ہے (المغنی ۲/ ۳۲۳، المہذب ۲/ ۳۷۷، بدایۃ المجتہد ۳/ ۳۲۲، موسوعہ فقہیہ ۱۷/۶۶)۔

رسول کریم ﷺ نے یہی عمل کیا تھا۔حضرت جابرؓ کی حدیث میں ہے کہ:

’’فلما كان يوم التروية توجهوا إلى منى فأهلوا بالحج وركب رسول الله ﷺ فصلى بها الظهر والعصر والمغرب والعشاء والفجر ثم مكث قليلاً حتى طلعت الشمس‘‘ (مسلم کتاب الحج حدیث ۲۱۳۷)۔

(جب آٹھویں ذی الحجہ کا دن آیا تو لوگ منیٰ کی طرف روانہ ہوئے، انہوں نے حج کے لئے احرام باندھا، اور رسول اللہ ﷺ سوار ہوئے اور وہاں ظہر،عصر،

مغرب، عشاء اور فجر کی نمازیں پڑھیں پھر تھوڑی دیر ٹھہرے یہاں تک کہ سورج طلوع ہوگیا)۔

آج کے دن منیٰ میں کوئی مخصوص عمل نہیں ہے، لہذا اگر کوئی شخص مکہ سے آج کے دن منیٰ نہ آئے، مکہ میں ہی ٹھہرا رہ جائے اور نو ذی الحجہ کو منیٰ سے گذرتے ہوئے سیدھے میدان عرفات چلا جائے تو گرچہ خلاف سنت عمل ہوگا، لیکن جائز ہو جائے گا (مناسک ملا علی قاری ر ۱۸۸)۔

دوسری فصل:

حج کادوسرا دن

یوم عرفہ (نویں ذی الحجہ):

وقوف عرفہ کاحکم:

نو ذی الحجہ کا دن یوم عرفہ کہلاتا ہے۔حج کا سب سے اہم دن یہی ہے، عرفات ایک میدان کا نام ہے جو مکہ سے جانب......واقع ہے۔اس میدان میں آکر ٹھہرنا ''**وقوف عرفہ**'' کہلاتا ہے۔**وقوف عرفہ** تمام فقہاء کے نزدیک حج کا بنیادی رکن ہے۔یعنی اگر یہ چھوٹ گیا تو حج ہی نہیں ہوا (المغنی ۳/ ۷ ۳ ۳، المہذب ۳/ ۳ ۷۷، بدایۃ المجتہد ۳/ ۳ ۳ ۳)۔

قرآن میں اللہ تعالی نے اس میدان میں ٹھہرنے کا حکم دیا ہے، ارشاد ہے:

''**ثم أفیضوا من حیث أفاض الناس**'' (سورۂ بقرۃ ۱۹۹)۔

(پھر تم وہاں جا کر واپس آؤ جہاں سے لوگ واپس آتے ہیں)۔

اور حدیث میں تو اسی کو حج قرار دیتے ہوئے کہا گیا:

''**الحج عرفة**'' (ترمذی کتاب الحج حدیث ۸۱۴)۔

(حج تو عرفہ ہے)۔

اس میدان میں قیام کی بڑی فضیلت آئی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''**ما من یوم أفضل عند الله من یوم عرفة، ینزل الله تبارک وتعالی الی السماء الدنیا فیباهی بأهل الأرض أهل السماء**

فيقول: انظروا إلى عبادي جاؤني شعثا غبراً ضاحين، جاء وا من كل فج عميق، يرجون رحمتي ولم يروا عذابي فلم ير اكثر عتيقا من النار يوم عرفة" (رواہ ابویعلی والبزار فقہ السنہ ۱/ ۵۱۴)۔

(اللہ تعالیٰ کے نزدیک عرفہ کے دن سے افضل کوئی دن نہیں ہے، اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر تشریف لاتا ہے پھر اہل زمین کے ذریعہ آسمان والوں پر فخر کرتے ہوئے کہتا ہے: دیکھو! میرے بندے میرے پاس پراگندہ حال و پراگندہ بال قربانی دیتے آئے ہیں، ہر دور دراز علاقہ سے آئے ہیں، وہ میری رحمت طلب کر رہے ہیں جبکہ انہوں نے میرے عذاب کو نہیں دیکھا ہے، تو عرفہ کے دن سے زیادہ کسی اور دن میں کبھی جہنم سے آزاد ہونے والوں کی کثرت نہیں دیکھی گئی)۔

آج کے دن فجر کی نماز تو منیٰ میں پڑھی تھی، اور سورج نکلنے تک وہیں ٹھہر اگیا تھا۔ سورج نکل جانے کے بعد منیٰ سے میدان عرفات آنا مسنون ہے (المغنی ۲/ ۴۳۳، مناسک ملا علی قاری ۱۸۹)۔

وقوف کا وقت:

عرفات میں وقوف کا وقت نو ذی الحجہ کو زوال کے بعد سے دس ذی الحجہ کی فجر طلوع ہونے سے پہلے تک ہے۔ اس پورے وقت کے درمیان کسی بھی لمحہ کے لئے عرفات کے میدان میں وقوف پالیا گیا تو رکن ادا ہو جائے گا۔ لیکن واجب یہ ہے کہ زوال سے لے کر سورج غروب ہونے کے بعد تک وہاں ٹھہرا جائے تاکہ رات کا کچھ حصہ بھی آجائے (مناسک ملا علی قاری/ ۲۰۵)۔

دس ذی الحجہ کو طلوع فجر کے ساتھ ہی وقوف عرفات کا وقت بالاتفاق ختم ہو جائے گا۔ امام مالک کے نزدیک رات کے حصہ میں وقوف کا پایا جانا ضروری ہے (موسوعہ ۱۷/ ۵۰، بدایۃ المجتہد ۳/ ۳۳۶، المغنی ۲/ ۴۳۳)۔

وقوف کی جگہ:

میدان عرفات میں کسی بھی جگہ وقوف کر لینے سے رکن کی ادائیگی ہوجائے گی، لیکن مستحب یہ ہے کہ جبل رحمت کے قریب وقوف کیا جائے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اسی جگہ وقوف کیا تھا، اور فرمایا:

''وقد قفت هاهنا وعرفة كلها موقف'' (ابوداؤد کتاب المناسک حدیث ۱۹۳۰)۔

(میں نے یہاں وقوف کیا، اور عرفہ پورا وقوف کی جگہ ہے)۔

وادی عرنہ میں وقوف کرنا معتبر نہیں ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"عرفة كلها موقف، وارتفعوا عن بطن عرنة" (مؤطا امام مالک کتاب الحج حدیث ۱۷۷)۔

(عرفات کا میدان پورا وقوف کی جگہ ہے لیکن وادی عرنہ سے دور رہو)۔

وقوف کا طریقہ:

منیٰ سے ضب کے راستہ میدان عرفات آنے کے بعد وادی نمرہ میں قیام کیا جائے، اور زوال تک یہیں ٹھہرا جائے۔ یہاں غسل کر لینا مستحب ہے۔ زوال کے بعد نمرہ کے مقام پر ظہر اور عصر کی نمازیں ایک ساتھ ادا کی جائیں۔ ان دونوں فرض نمازوں کے درمیان سنت نماز نہیں ہے۔ نماز سے پہلے امام لوگوں کو خطبہ دے گا۔ نماز سے فارغ ہوکر جبل رحمت کے قریب آ کر وقوف عرفہ کیا جائے۔ یہاں قبلہ رخ ہوکر ہاتھ اٹھا کر تکبیر وتہلیل، تسبیح وتحمید اور درود و دعا میں مشغول رہا جائے، خوب جی لگا کر ہر خیر وبھلائی کی دعا کی جائے۔ سورج ڈوبنے تک اسی طرح ذکر ودعا میں مشغول رہا جائے، یہ اجابت دعا کا مقام ہے، اور ذکر ودعا میں مشغول رہنا مستحب ہے (مناسک ملا علی قاری ۲۱۲)۔

مزدلفہ میں آمد:

عرفہ میں جب سورج ڈوب جائے تو وہاں سے 'مازمین' کے راستہ نہایت سکون و وقار کے ساتھ مزدلفہ آئیے، راستہ میں تلبیہ اور تکبیر کہتے رہئے، مزدلفہ پہنچ کر عشا کے وقت میں مغرب اور عشا کی نمازیں ایک ساتھ پڑھی جائیں (المغنی ۴/۴۲۶، المجموع ۷/۱۱۵)۔

مزدلفہ میں ہی یہ رات بسر کی جائے گی۔ یہ مسنون ہے۔ نبی کریم ﷺ نے مزدلفہ میں یہ رات گذاری تھی۔ طلوع فجر کے بعد اندھیرا رہتے فجر کی نماز پڑھی جائے۔ اس کے بعد مشعر حرام پر آ کر جبل قزح کے پاس وقوف کیا جائے۔ اور یہاں بھی ذکر و دعا میں مشغول رہا جائے، اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''فاذا أفضتم من عرفات فاذكروا الله عند المشعر الحرام واذكروه كما هداكم'' (سورۂ بقرہ: ۱۹۸)۔

(پھر جب تم جوق در جوق عرفات سے واپس ہونے لگو تو اللہ کا ذکر مشعر حرام کے پاس کرلیا کرو اور اس کا ذکر اس طرح کرو جیسا اس نے تمہیں بتایا ہے)۔

حضرت جابرؓ کی حدیث میں ہے کہ:

''حتى أتى المزدلفة فصلى بها المغرب والعشاء باذان واحد واقامتين ولم يسبح بينهما شيئاً ثم اضطجع رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى طلع الفجر وصلى الفجرحين تبين له الصبح باذان وإقامة ثم ركب القصواء حتى أتى المشعر الحرام فاستقبل القبلة فدعاه وكبره وهلله ووحده فلم يزل واقفا حتى أسفر جداً ثم دفع قبل طلوع الشمس'' (مسلم کتاب الحج حدیث ۲۱۳۷)۔

(رسول اللہ ﷺ مزدلفہ تشریف لائے تو وہاں ایک اذان اور دو اقامت سے مغرب اور عشاء کی نمازیں پڑھیں، ان دونوں کے درمیان کوئی تسبیح نہیں پڑھی، پھر آپ ﷺ لیٹ گئے، یہاں تک کہ طلوع فجر ہوگیا، تو آپ ﷺ نے صبح نمایاں ہوجانے کے وقت ایک اذان اور ایک اقامت سے فجر کی نماز پڑھی پھر قصواء اونٹنی پر سوار ہوئے اور مشعر حرام آئے، وہاں آپ ﷺ قبلہ رو کھڑے ہوگئے، دعا، تکبیر وتہلیل اور اللہ کی توحید بیان کرتے رہے آپ اسی طرح کھڑے رہے جب خوب روشنی ہوگئی تب سورج نکلنے سے پہلے وہاں سے روانہ ہوئے)۔

فجر کی نماز کے بعد مزدلفہ میں وقوف کرنا حنفیہ کے نزدیک واجب ہے۔ اور دیگر فقہاء کے نزدیک مسنون ہے۔ البتہ اگر کوئی عذر ہو تو فجر سے پہلے یہاں سے روانہ ہونے کی اجازت حنفیہ نے دی ہے (مناسک ملا علی قاری ۲۱۹، الموسوعہ الفقہیہ ۱۷/۴، المجموع ۱۲۳/۷)۔

مزدلفہ کا پورا میدان وقوف کی جگہ ہے، صرف وادی محسر سے دور رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"کلها المزدلفة موقف وارفعوا عن محسر" (مؤطا امام مالک کتاب الحج حدیث ۷۷۱)۔

(پورا مزدلفہ موقف ہے، صرف وادی محسر سے دور رہو)۔

مزدلفہ سے منیٰ کے لئے روانگی:

دس ذی الحجہ کو فجر کی نماز کے بعد جب خوب روشنی پھیل جائے تب سورج نکلنے سے پہلے پہلے مزدلفہ سے منیٰ کے لئے روانہ ہوجایئے۔ نبی کریم ﷺ نے ایسا ہی کیا تھا، جیسا کہ اوپر حدیث میں بیان ہوا۔ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک عورتیں، بچے اور بوڑھے مرد ازدحام سے بچنے کے

لئے صبح کی نماز سے پہلے بھی مزدلفہ سے منیٰ کے لئے روانہ ہوسکتے ہیں، تا کہ منیٰ پہنچ کر ازدحام ہونے سے پہلے جمرہ عقبہ کی رمی کرلیں (المغنی ۲/ ۵۴۳، المجموع ۷/ ۱۲۵)۔

مزدلفہ کے میدان سے ہی رمی کے لئے کنکریاں لیتے چلنا مستحب ہے، اگر یہاں سے نہیں لیا تو بھی کوئی حرج نہیں ہے (مناسک ملا علی قاری/ ۲۲۲)۔

تیسری فصل:

حج کا تیسرا دن

یوم النحر (دس ذی الحجہ):

یہ یوم النحر ہے، جسے ہم عید الاضحیٰ کا دن کہتے ہیں۔ حاجیوں کو آج کے دن بالترتیب چار اعمال انجام دینے ہیں: منیٰ کے میدان میں آکر سب سے پہلے جمرہ عقبہ کی رمی، پھر قربانی، پھر سر کے بال کٹوانا پھر مکہ آکر طواف زیارت کرنا۔ رسول کریم ﷺ نے یہ اعمال اسی ترتیب سے انجام دیئے تھے۔

حضرت أنس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ:

''أن رسول الله ﷺ رمى جمرة العقبه يوم النحر ثم رجع الى منزله بمنى فدعا بذبح فذبح ثم دعا بالحلاق فأخذ بشق رأسه الأيمن فحلقه فجعل يقسم بين من يليه الشعرة والشعرتين، ثم أخذ بشق رأسه الأيسر فحلقه'' (ابوداؤد کتاب المناسک حدیث ۱۶۹۱)۔

اور حضرت جابرؓ کی حدیث میں ہے:

''ثم ركب رسول الله ﷺ فأفاض إلى البيت'' (مسلم کتاب الحج ۲۱۳۷)۔

(رسول اللہ ﷺ نے یوم النحر کو جمرۃ عقبہ کی رمی فرمائی پھر منیٰ میں اپنی قیام گاہ واپس آئے اور جانور منگوا کر قربانی فرمائی، پھر حلق کرنے والے کو بلایا، اس نے

آپ ﷺ کے سر کے دائیں جانب کے بال مونڈے، آپ ﷺ قریب کے لوگوں میں ایک ایک دو دو بال تقسیم فرمانے لگے، پھر اس نے سر کے بائیں جانب سے بال لئے پھر مونڈا)، (پھر رسول اللہ ﷺ سوار ہوئے اور بیت اللہ کا طواف افاضہ فرمایا)۔

حنفیہ کے نزدیک منیٰ کے تینوں اعمال یعنی رمی قربانی اور حلق کے درمیان ترتیب قائم رکھنا واجب ہے۔ اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ کے عمل مبارک میں یہی ترتیب رہی ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک رمی کو حلق اور طواف افاضہ سے پہلے انجام دینا واجب ہے۔ لیکن قربانی کو حلق سے پہلے اور رمی کے بعد انجام دینا واجب نہیں صرف مسنون ہے۔ امام شافعی ایک روایت کے مطابق امام احمد اور صاحبین یعنی امام ابو یوسف و امام محمد کے نزدیک ان اعمال میں ترتیب مسنون ہے (المغنی ۳/۴۲۷، الہدایہ ۲/۴۲۰، المجموع ۷/۱۵۵، بدایۃ المجتہد ۳/۳۵۰، حاشیۃ العدوی ۱/۴۷۹)۔

کیونکہ حضرت عبداللہ بن عمرو کی روایت ہے کہ:

''أن رسول الله ﷺ وقف في حجة الوداع فجعلوا يسألونه فقال رجل: لم أشعر فحلقت قبل أن أذبح؟ قال: اذبح ولا حرج، فجاء آخر فقال: لم أشعر فنحرت قبل أن أرمي؟ قال: ارم ولا حرج، فما سئل يومئذ عن شئ قدم ولا أخر إلا قال: افعل ولا حرج'' (بخاری کتاب الحج حدیث ۱۶۲۱)۔

(رسول اللہ ﷺ حجۃ الوداع کے موقع پر تشریف فرما تھے، لوگ آکر آپ ﷺ سے سوال کرتے، ایک شخص نے کہا: مجھے دھیان نہیں رہا، میں نے قربانی کرنے سے پہلے سر کے بال مونڈ والئے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: قربانی کرلو، کوئی حرج نہیں، پھر دوسرا شخص آیا اور عرض کیا: مجھے خیال نہیں رہا، میں نے رمی کرنے سے پہلے قربانی کرلی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: رمی کرلو کوئی حرج نہیں ہے۔ اس دن

جو شخص بھی آ کر کسی عمل کے بارے میں پوچھتا کہ یہ پہلے ہوگیا ہے یا یہ مؤخر ہوگیا ہے تو آپ ﷺ فرماتے: کرلو، کوئی حرج نہیں)۔

ترتیب کو واجب قرار دینے والے فقہاء کے نزدیک اس کی خلاف ورزی ہوجانے پر ایک جانور کی قربانی کرنی ہوگی۔ لیکن جن فقہاء نے ترتیب کو مسنون بتایا ہے، ان کے نزدیک خلاف ورزی سے کچھ بھی نہیں لازم ہوگا۔

موجودہ دور میں حجاج کرام کی کثرت، موسم کی شدت، قیام گاہ اور مذبح میں کافی دوری ہونے اور سواری نہ ملنے کی وجہ سے حجاج کے لئے اور بالخصوص ضعیف ومعذور حجاج کے لئے اس ترتیب کی رعایت میں دشواری پیش آتی ہے، کیونکہ وہ بجائے خود ذبح کرنے کے حکومت کے مجاز اداروں کو قربانی کی رقم حوالہ کرکے فارغ ہوجاتے ہیں، انہیں علم نہیں رہتا کہ رمی، ذبح اور حلق میں ترتیب باقی رہی یا نہیں۔ اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا نے اپنے دسویں سمینار میں اس مسئلہ پر غور کیا اور درج ذیل فیصلہ کیا:

> ''حنفیہ کے راجح قول کے مطابق ۱۰رذی الحجہ کے مناسک میں رمی، ذبح اور حلق کو ترتیب کے ساتھ انجام دینا واجب ہے۔ اور صاحبین اور اکثر فقہاء کے یہاں مسنون ہے۔ جس کی خلاف ورزی سے دم واجب نہیں۔ حجاج کو چاہئے کہ جہاں تک ممکن ہو ترتیب کی رعایت کو ملحوظ رکھیں۔ تاہم ازدحام، موسم کی شدت اور مذبح کی دوری وغیرہ کی وجہ سے صاحبین اور دیگر ائمہ کے قول پر عمل کرنے کی گنجائش ہے۔ لہذا اگر یہ مناسک ترتیب کے خلاف ہوں تو بھی دم واجب نہیں ہوگا'' (مجلہ حج عمرہ/ ۵۸۰)۔

رمی جمرۃ:

آج ۱۰رذی الحجہ کے دن سورج نکلنے سے پہلے مزدلفہ سے چل کر منیٰ کے میدان آئے

ہیں۔منیٰ کے میدان میں تین جمرات بنے ہیں۔آج کے دن صرف ایک جمرہ جسے جمرہ عقبہ کہتے ہیں، اس پر رمی کی جائے گی۔رمی کا لفظی معنی ہے کسی چیز کو پھینکنا۔حضرت ابراہیم علیہ السلام جب اپنے صاحبزادہ حضرت اسماعیل السلام کو اپنے رب کے حکم پر قربان کرنے جارہے تھے تو اسی جگہ شیطان نے انہیں بہکایا تھا، اور انہوں نے اسے سات کنکری مار کر بھگایا تھا۔اسی کی یاد میں ہر حاجی یہاں کنکری مارتا ہے۔

رمی کا طریقہ:

رمی میں چنے کے دانے کے برابر سات کنکریاں دائیں ہاتھ کی دو انگلیوں کے بیچ میں رکھ کر جمرہ پر پھینکنا ہے، ہر کنکری کو علاحدہ علاحدہ پھینکا جائے اور اس کے ساتھ اللہ اکبر کہا جائے۔کنکری کا جمرہ کے دائرہ کے اندر گرنا ضروری ہے۔رمی کرتے وقت مستحب یہ ہے کہ اس طرح کھڑا ہوا جائے کہ مکہ بائیں جانب اور جمرہ دائیں جانب ہو۔رمی شروع کرتے وقت ہی تلبیہ پڑھنا بند کردیا جائے گا۔

رمی کا وقت:

رمی کا وقت دس ذی الحجہ کو طلوع فجر سے شروع ہوجاتا ہے، اور دوسرے دن یعنی گیارہ ذی الحجہ کو طلوع فجر تک رہتا ہے۔لیکن اس پورے وقت میں رمی کا حکم یکساں نہیں ہے، کیونکہ رمی کا مستحب وقت یہ ہے کہ سورج نکلنے کے بعد سے لے کر زوال سے پہلے تک رمی کرلی جائے۔طلوع فجر سے سورج نکلنے تک کے دوران رمی کرنا کراہت کے ساتھ جائز ہے اور زوال کے بعد سے سورج ڈوبنے تک رمی کرنا بغیر کراہت جائز ہے۔اور رات میں رمی کرنا مکروہ ہے۔یہ رائے حنفیہ کی ہے (مناسک ملا علی قاری، ۲۴۴)۔

مالکیہ کے نزدیک رمی کا وقت طلوع فجر سے شروع ہوکر سورج ڈوبنے تک رہتا ہے (بدایۃ المجتہد ۳/۳۴۵)۔

شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک دس ذی الحجہ کو آدھی رات سے ہی وقت شروع ہوجاتا ہے اور تیرہ ذی الحجہ کو سورج ڈوبنے تک رہتا ہے (المغنی ۴۵۹/۴، المجموع ۱۴۱/۷)۔

رمی کا حکم:

رمی جمرات کرنا تمام فقہاء کے نزدیک واجب ہے، حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ:

"رأیت النبی ﷺ یرمی علی راحلته یوم النحر ویقول: لتأخذوا مناسککم فإنی لاأدری لعلي لا أحج بعد حجتی هذه" (مسلم، نسائی)۔

(میں نے نبی ﷺ کو دیکھا کہ نحر کے دن اپنی سواری پر سے جمرہ کی رمی فرمارہے تھے اور کہہ رہے تھے: مجھ سے اپنے حج کے مناسک سیکھ لو، میں نہیں جانتا کہ اس حج کے بعد کوئی حج کروں گا یا نہیں)۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

"إذا رمیتم الجمرة فارموا بمثل حصی الخذف" (ابوداؤد کتاب المناسک حدیث ۱۶۷۷)۔

(جب تم جمرہ کی رمی کرو تو کنکریوں کے دانے کے برابر سے کرو)۔

رمی میں نیابت:

رمی خود سے کرنے کا حکم ہے۔ لہذا بغیر کسی جائز وجہ کے محض ازدحام کی وجہ سے دوسرے سے رمی کرانا درست نہیں ہے۔ ہاں اگر حاجی ایسا معذور ہے کہ خود سے رمی نہیں کرسکتا،

مثلاً وہ مریض ہے یا اتنا ضعیف ہے کہ جمرات تک جانے کی طاقت نہیں رکھتا تو وہ دوسرے کے ذریعہ رمی کراسکتا ہے۔ البتہ نیابت میں رمی کرنے والے کو چاہئے کہ پہلے اپنی طرف سے رمی کرے پھر معذور کی طرف سے کرے (مناسک ملاعلی قاری ر ۲۴۷)۔

آج کل معمولی عذر یا بغیر عذر کے دوسروں کو رمی میں نائب بنانے کا جو رواج ہو رہا ہے وہ غلط ہے۔ اس طرح واجب رمی کی ادائیگی نہیں ہوگی اور قربانی دینی ہوگی۔ ازدحام سے بچنے کے لئے بہتر یہ ہے کہ ایسے وقت میں رمی کرلی جائے جو اگر چہ وقت مسنون نہ ہو بلکہ وقت مکروہ ہو لیکن اس میں ازدحام نہ ہو۔ اس طرح ازدحام سے بچتے ہوئے رمی ہوجائے گی، مثلاً زوال کے بعد سے غروب آفتاب تک رمی کا جائز وقت اور غروب آفتاب سے طلوع فجر تک رات بھر وقت مکروہ رہتا ہے، ان اوقات میں سے کسی وقت بھی رمی کی جاسکتی ہے۔

اسلامک فقہ اکیڈمی نے اپنے سمینار میں اس مسئلہ پر غور وخوض کے بعد یہی فیصلہ کیا ہے، فیصلہ کے الفاظ ہیں:

> ''رمی جمرات کے سلسلہ میں عام طور پر آج کے زمانہ میں حجاج میں جو بات رواج پا رہی ہے کہ وہ معمولی اعذار بلکہ بغیر عذر بھی خود رمی کو نہیں جاتے اور دوسروں کو نائب بنادیتے ہیں جملہ علماء اس پر متفق ہیں کہ اس صورت میں حج کا ایک واجب ترک ہوجاتا ہے۔ یہ نیابت شرعاً معتبر نہیں ہے اور ایسا کرنے والے پر دم واجب ہے۔ ہاں وہ لوگ جو جمرات تک پیدل چل کر جانے کی طاقت نہیں رکھتے، یا بہت مریض اور کمزور ہیں، ایسے لوگوں کے لئے نائب بنانا جائز ہے۔
>
> محض ازدحام عذر نہیں ہے، اس کا بہتر حل یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ازدحام میں جاکر رمی کرنے کا متحمل نہیں ہے تو وہ وقت مسنون کے بعد وقت جواز

بلکہ زیادہ دشواری میں وقت کراہت میں بھی رمی کرسکتا ہے۔اس کے لئے یہ مکروہ بھی نہیں ہوگا'' (مجلہ حج وعمرہ، مطبوعہ اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا) ص ۵۸۰)۔

قربانی:

حج میں قربانی تمتع اورقران کرنے والے حاجی پر واجب ہے۔تمتع وہ حج ہے جس میں حاجی پہلے صرف عمرہ کا احرام باندھ کرعمرہ کرتے ہیں، پھر حج کا احرام باندھ کرحج کرتے ہیں۔اور قران وہ حج ہے جس میں عمرہ اور حج کا احرام ایک ساتھ باندھتے ہیں، اورعمرہ سے فارغ ہوکر احرام نہیں کھولتے ہیں بلکہ اسی احرام میں رہتے ہوئے حج کرتے ہیں۔ایک سفر میں عمرہ اورحج دونوں کافائدہ ایسے حاجیوں کوحاصل ہوتا ہے۔اس کے شکرانہ کے لئے ان پرقربانی واجب ہوتی ہے۔لیکن جو حاجی حج افراد (صرف حج) کرتے ہیں ان کے لئےقربانی واجب نہیں صرف مسنون ہے۔قرآن کریم میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

''فمن تمتع بالعمرة إلى الحج فما استيسر من الهدى'' (سورۃ بقرۃ ۱۹۶)۔

(تو پھر جوشخص عمرہ سے مستفید ہوا سے حج سے ملا کرتو جوقربانی بھی اسے میسر ہووہ کرڈالے)۔

حالت احرام میں جوچیزیں منع ہیں، ان میں سےبعض عمل کے ارتکاب کا کفارہ قربانی ہے، جو''دم جنایت'' کہلاتا ہے۔یہ قربانی بھی واجب ہوتی ہے۔اسی طرح حج کے اعمال میں کوئی واجب عمل چھوٹ جانے پر بھی قربانی کرنا ضروری ہوتا ہے۔

قربانی کی ان تمام صورتوں میں ایک بھیڑ یا بکرے کوایک آدمی کی طرف سے اورایک اونٹ، گائے یا بھینس کوسات آدمیوں کی طرف سے ذبح کیا جائے گا۔البتہ بطور جنایت واجب

ہونے والی قربانی کی جن شکلوں میں ایک جرم پر ایک بڑے جانور کی قربانی لازم ہوتی ہے، ان میں ایک اونٹ، گائے یا بھینس کو ایک ہی شخص کی طرف سے ذبح کیا جا سکے گا۔

بڑے جانور کی قربانی درج ذیل صورت میں لازم ہوتی ہے:

۱- وقوف عرفہ کے بعد اور سر مونڈانے سے پہلے جنسی تعلق قائم کرلیا گیا ہو۔

۲- جنابت، حیض یا نفاس کی حالت میں طواف زیارت کرلیا گیا ہو۔

۳- بڑے جانور کو قربانی کرنے کی نذر مانی گئی ہو۔

ان تین صورتوں کے علاوہ قربانی کی تمام شکلوں میں ایک چھوٹے جانور کی قربانی کی جائے گی۔

جو قربانی بطور شکرانہ ادا کی جائے گی اس کا گوشت قربانی کرنے والا شخص کھا سکتا ہے۔ لیکن جو قربانی کسی غلطی کے کفارہ کے طور پر دینی ہو اس میں سے خود کھانا درست نہیں ہے، بلکہ تمام گوشت صدقہ کردینا واجب ہے (مناسک ملا علی قاری، ۳۴۷)۔

حج تمتع اور حج قران میں شکرانہ کے طور پر لازم ہونے والی قربانی اگر وہ حاجی کسی وجہ سے نہیں کر سکے تو اس کے لئے جائز ہے کہ اس کے بدلہ وہ دس دن کے روزے اس طرح رکھے کہ تین دن حج کے دنوں میں اور سات دن حج سے فارغ ہو کر گھر واپس آنے کے بعد رکھ لے۔

قربانی کا وقت:

تمتع اور قران کی قربانی کا وقت حنفیہ کے نزدیک دس ذی الحجہ کو جمرہ عقبہ پر رمی کرنے کے بعد سے شروع ہوتا ہے اور بارہ ذی الحجہ کے غروب تک رہتا ہے۔ مسنون قربانی اور نذر و کفارہ کی قربانی کبھی بھی کی جاسکتی ہے۔ امام مالک اور امام احمد کے نزدیک کوئی سی بھی قربانی صرف ۱۰، ۱۱، ۱۲/ ذی الحجہ کو کی جاسکتی ہے، اور امام شافعی کے نزدیک قربانی کا وقت دس ذی الحجہ سے تیرہ ذی الحجہ کے غروب تک ہے (المغنی ۳/ ۴۶۴، المجموع ۷/ ۱۴۴)۔

قربانی کی جگہ:

قربانی کی جگہ حرم ہے، اس میں جس جگہ چاہے قربانی کرسکتا ہے قرآن میں ہے:

''**ھدیا بالغ الکعبة**'' (سورۂ مائدہ ۹۵)۔

(جو نیاز کے طور پر کعبہ تک پہنچائے جاتے ہیں)۔

لیکن منیٰ میں قربانی کرنا مسنون ہے۔

حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''**کل منی منحر وکل المزدلفة موقف وکل فجاج مکة طریق و منحر**'' (ابوداؤد کتاب المناسک حدیث ۱۹۵۳)۔

(پورا منیٰ قربان گاہ ہے، اور پورا مزدلفہ جائے وقوف ہے اور مکہ کی تمام گلیاں راستہ اور قربان گاہ ہیں)۔

قربانی اپنے ہاتھ سے کرنا افضل ہے، رسول کریم ﷺ نے اپنے دست مبارک سے تیرسٹھ اونٹ قربان فرمائے تھے۔

سر کے بال کٹوانا:

رمی اور قربانی کے بعد تیسرا عمل یہ ہے کہ سر کے بال مونڈوائے جائیں یا چھوٹے کرائے جائیں، اسے بالترتیب حلق اور تقصیر کہتے ہیں قرآن کریم میں اس کے بارے میں ارشاد ہے:

''**لقد صدق اللہ رسوله الرویا بالحق لتدخلن المسجد الحرام ان شاء اللہ آمنین محلقین رؤوسکم ومقصرین لا تخافون**'' (سورۂ فتح:۲۷)۔

(بیشک اللہ نے اپنے رسول کو سچا خواب دکھایا مطابق واقع کے تم لوگ مسجد حرام میں انشاء اللہ ضرور داخل ہو گے امن وامان کے ساتھ سر منڈاتے ہوئے اور بال کترا تے ہوئے اور تمہیں اندیشہ (کسی کا بھی) نہ ہوگا)۔

حلق اور تقصیر کے درمیان اختیار ہے۔ البتہ تقصیر کے مقابلہ میں حلق کرانا افضل ہے۔ نبی کریم ﷺ نے حلق کرایا، صحابہ کرام میں سے کچھ نے حلق کرایا اور کچھ نے تقصیر کرائی۔ بخاری ومسلم میں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"رحم الله المحلقين، قالوا: والمقصرين يا رسول الله؟ قال: رحم الله المحلقين، قالوا: والمقصرين يا رسول الله!قال: رحم الله المحلقين، قالوا: والمقصرين يا رسول الله؟قال: والمقصرين" (مسلم کتاب الحج حدیث ۲۲۹۴)۔

(اللہ تعالیٰ حلق کرانے والوں پر رحم فرمائے، صحابہ نے عرض کیا: اور تقصیر کرانے والوں پر یا رسول اللہ؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ حلق کرانے والوں پر رحم فرمائے، انہوں نے عرض کیا: اور تقصیر کرانے والوں پر یا رسول اللہ؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ حلق کرانے والوں پر رحم فرمائے، صحابہ نے پھر عرض کیا: اور تقصیر کرانے والوں پر یا رسول اللہ؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اور تقصیر کرانے والوں پر)۔

حلق کا وقت:

سر کے بال کٹوانے کا وقت دس ذی الحجہ کو قربانی کے بعد شروع ہوتا ہے، اور قربانی کے دنوں تک باقی رہتا ہے۔

تقصیر کی مقدار:

پورے سر کے بال مونڈانا یا چھوٹے کرانا مستحب ہے، لیکن چوتھائی سر کے بال چھوٹے کرانا بھی جائز ہے۔ امام شافعی کے نزدیک کم از کم تین بال کٹوانے سے بھی واجب کی ادائیگی ہوجائے گی۔ لیکن امام مالک اور امام احمد کے نزدیک واجب پورے سر کا مونڈوانا یا چھوٹا کرانا ہے (المغنی ۴/ ۳۶۳، المجموع ۷/ ۱۴۵، مناسک ملاعلی قاری/ ۲۲۹، حاشیۃ العدوی ۱/ ۴۷۹)۔

اگر تقصیر کرائی جائے تو انگلی کے ایک پور کے برابر چھوٹے کرائے جائیں۔

عورت کے لئے سر کے بال کٹانا:

حلق کا حکم صرف مردوں کے لئے ہے۔ عورت کے لئے حلق کرانا جائز نہیں ہے۔ وہ صرف تقصیر کرا سکتی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

”ليس على النساء حلق إنما على النساء التقصير“ (ابوداؤد کتاب المناسک حدیث ۱۶۹۳)۔

(عورتوں پر حلق نہیں ہے ان کے لئے صرف تقصیر کی اجازت ہے)۔

عورتیں بھی ایک پور کے برابر بال تراش لیں گی، اس سے تقصیر ہوجائے گی۔ امام شافعی کے نزدیک تین بال کاٹنا بھی کافی ہے (المجموع ۷/ ۱۴۸)۔

حلق کا طریقہ:

حلق کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ قبلہ رو ہو کر بیٹھ جائے۔ پہلے دائیں جانب کا حلق کرائے، پھر بائیں جانب کا۔ حلق کے دوران دعا اور تکبیر کہتا رہے۔ حلق یا تقصیر کے بعد تکبیر کہے اور دعا کرے۔

اگر کسی کے سر پر بال نہ ہو تو بھی اس پر واجب ہے کہ استرے کو سر پر پھر والے (مناسک ملا علی قاری ۲۳۰)۔

حلق یا تقصیر کے بعد ہی ناخن اور مونچھ وغیرہ کے بال ترشوائے۔ رسول اللہ ﷺ نے سر کا حلق کرانے کے بعد اپنے ناخن ترشوائے۔

حلق کے بعد:

حلق یا تقصیر کے بعد حاجی کے لئے احرام کھولنا جائز ہوجاتا ہے۔ اب وہ سلے ہوئے کپڑے پہن سکتا ہے۔ خوشبو لگا سکتا ہے۔ البتہ بیوی کے ساتھ جنسی تعلق کی اجازت اس وقت تک نہیں ہے جب تک کہ وہ طواف افاضہ نہ کرلے۔ حلق کے بعد ہی طواف افاضہ کی باری آتی ہے۔

طواف افاضہ:

طواف افاضہ جسے طواف زیارت بھی کہتے ہیں، باتفاق فقہاء حج کا رکن ہے، جس کے بغیر حج ہی نہیں ہوتا ہے (المغنی ۳/۴۷۳، المجموع ۱۵۶/۷، مناسک ملا علی قاری ۲۳۲، حاشیۃ العدوی ۴۷۹/۱)۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

''**و لیطوفوا بالبیت العتیق**'' (سورۂ حج: ۲۹)۔

(اور چاہئے کہ (اس) قدیم گھر کا طواف کریں)۔

امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس طواف کے ابتدائی چار چکر سے رکن ادا ہوجاتا ہے، بقیہ تین چکر کی تکمیل رکن نہیں ہے، واجب ہے (مناسک ملا علی قاری ۲۳۲)۔

طواف افاضہ دس ذی الحجہ کے اعمال میں آخری عمل ہے، حلق یا تقصیر سے فارغ ہوکر مکہ مکرمہ میں واپس آیا جائے گا اور یہاں طواف زیارت کیا جائے گا۔ طواف زیارت مکمل کرنے

کے بعد اب بیوی کے ساتھ جنسی تعلق کی پابندی بھی اٹھ جائے گی اور حاجی احرام سے پوری طرح حلال ہوجائے گا۔

طواف افاضہ کا وقت:

طواف افاضہ کا وقت حنفیہ اور امام مالک کے نزدیک دس ذی الحجہ کو طلوع فجر سے شروع ہوتا ہے۔ البتہ اسے منیٰ کے تین اعمال یعنی رمی قربانی اور حلق کے بعد انجام دیا جائے گا۔ شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک طواف افاضہ کا وقت دس ذی الحجہ کی نصف شب سے ایسے لوگوں کے لئے شروع ہوجاتا ہے جنہوں نے اس سے قبل وقوف عرفہ کرلیا ہو۔ طواف افاضہ کا آخری وقت بالاتفاق ہمیشہ ہے، لیکن حنفیہ کے نزدیک قربانی کے ایام میں طواف افاضہ کرنا واجب ہے (مناسک ملاعلی قاری/ ۲۳۳، حاشیۃ العدوی ۱/ ۴۷۹، المجموع ۷/ ۱۵۷، المغنی ۲/ ۴۷۴)

امام مالک کے نزدیک ایام تشریق یعنی تیرہ ذی الحجہ تک طواف افاضہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اور آخر ماہ ذی الحجہ کے بعد طواف افاضہ کرنے کی صورت میں دم لازم آتا ہے۔ امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک دس ذی الحجہ کی نصف شب سے اس کا وقت شروع ہوجاتا ہے اور آخر وقت کوئی متعین نہیں ہے۔

طواف افاضہ کے بعد سعی:

طواف افاضہ کے بعد صفا ومروہ کے درمیان سعی کی جائے گی۔ لیکن یہ سعی صرف حج تمتع کرنے والے حاجی کے لئے ضروری ہے۔ لہذا اگر حاجی حج تمتع کررہا ہے تو وہ صفا ومروہ کی سعی بھی کرے گا۔ اور جس طواف کے بعد سعی ہوتی ہے اس طواف میں رمل کیا جاتا ہے، لہذا حاجی طواف افاضہ میں رمل بھی کرے گا۔

اگر حاجی متمتع نہیں ہے بلکہ مفرد ہے جو صرف حج کا احرام باندھتا ہے، یا قارن ہے جو

عمرہ اور حج دونوں کا احرام ایک ساتھ باندھتا ہے، تو ان دونوں کے لئے حج کے شروع میں طواف قدوم کرنا مسنون ہوتا ہے، جو مکہ آکر بیت اللہ کی پہلی زیارت کا طواف ہوتا ہے، طواف قدوم میں صرف طواف کرنا ہوتا ہے اس طواف کے لئے صفا ومروہ کی سعی نہیں ہے، سعی صرف حج کے طواف افاضہ کے بعد ہے۔ لیکن طواف قدوم کرنے والوں کو یہ رخصت دی گئی ہے کہ وہ دس ذی الحجہ کو طواف افاضہ کے بعد والی سعی ابھی طواف قدوم کے ساتھ ہی کرلیں، کیونکہ دس ذی الحجہ کو کاموں کا ہجوم ہوتا ہے۔ یہ رخصت متمتع حاجی کو حاصل نہیں ہے۔ کیونکہ اس کے لئے طواف قدوم نہیں ہے۔ وہ پہلے عمرہ کرتا ہے اور عمرہ کے لئے طواف کرنے کے بعد عمرہ ہی کی سعی کرتا ہے۔ قارن حاجی بھی اگر چہ پہلے عمرہ کرتا ہے لیکن اس کے لئے چونکہ طواف قدوم ہے، اس لئے وہ پہلے عمرہ کا طواف اور سعی کرکے عمرہ مکمل کرلیتا ہے، پھر اس کے بعد وہ اسی وقت طواف قدوم کا طواف کرتا ہے۔ اب اس کے لئے یہ رخصت ہے کہ طواف افاضہ کے بعد والی سعی ابھی ہی طواف قدوم کے ساتھ کرلے۔

پس اگر حاجی مفرد یا قارن ہے، اور انہوں نے پہلے طواف قدوم کرتے وقت رخصت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے حج کے طواف افاضہ والی سعی کرلی تھی تو اب طواف افاضہ کے بعد یہ دونوں حاجی سعی نہیں کریں گے۔ اور سعی نہ ہونے کی وجہ سے طواف افاضہ میں رمل بھی نہیں کریں گے۔ لیکن اگر ان دونوں نے طواف قدوم کے بعد سعی نہیں کی تھی تو اب رمل کے ساتھ طواف افاضہ کرکے سعی کریں گے (موسوعہ ۱۶/۳۵، ۱۷، اے مناسک ملاعلی قاری/۲۳۲)۔

حیض یا نفاس کی حالت میں طواف افاضہ:

طواف افاضہ حج کا رکن ہے، اس کی ادائیگی ضروری ہے۔ اور طواف کے لئے طہارت شرط ہے۔ یہ طواف مرد اور عورت دونوں کو ادا کرنا ہے۔ اگر عورت کو دوران حج حیض یا نفاس کی حالت پیش آجائے تو وہ طواف زیارت کیسے کرے؟

حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تشریف لائے وہ رو رہی تھیں، آپ ﷺ نے پوچھا:

''أنفست يعني الحيضة قالت،قلت: نعم، قال: إن هذا شئ كتبه الله على بنات آدم فاقضي ما يقضي الحاج غير أن لا تطوفي بالبيت حتى تغتسلي'' (مسلم کتاب الحج حدیث ۲۱۱۴)۔

(کیا تمہیں حیض آ گیا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا: یہ چیز اللہ نے آدم کی بیٹیوں پر لکھ دی ہے، تو تم وہ تمام اعمال کرو جو حاجی کرتا ہے، صرف بیت اللہ کا طواف نہ کرو جب تک کہ غسل نہ کرلو)۔

پس ایسی خاتون کے لئے اصل حکم یہی ہے کہ وہ انتظار کرے گی۔ جب پاک ہوجائے گی تب غسل کرنے کے بعد طواف زیارت کرے گی۔ لیکن موجودہ دور میں جب کہ سفر کی تاریخ متعین ہوتی ہے اور بسا اوقات اسے آگے بڑھانا ممکن نہیں ہوتا ہے، کیونکہ ویزہ نہیں بڑھ پارہا ہوتا ہے، یا جہاز کی تاریخ میں تبدیلی نہیں ہوپارہی ہوتی ہے، یا اخراجات ختم ہونے کی وجہ سے مزید قیام مشکل ہورہا ہوتا ہے، تو ایسی صورت میں اس کے لئے انتظار کرنے کا راستہ باقی نہیں رہتا۔ اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا) نے اس صورت حال پر غور کیا اور اجتماعی طور پر درج ذیل شرعی فیصلہ کیا:

''اگر طواف زیارت سے قبل کسی عورت کو حیض یا نفاس آجائے اور اس کے طے شدہ پروگرام کے مطابق اس کی گنجائش نہ ہو کہ وہ حیض یا نفاس سے پاک ہوکر طواف زیارت کر سکے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ ہر طرح اس کی کوشش کرے کہ اس کے سفر کی تاریخ آگے بڑھ سکے تاکہ وہ پاک ہوکر طواف زیارت ادا کرنے کے بعد اپنے گھر واپس جا سکے۔ لیکن اگر ایسی ساری کوششیں ناکام ہوجائیں اور پاک ہونے سے پہلے اس کا سفر ناگزیر ہوجائے تو ایسی حالت میں وہ طواف زیارت ادا کرسکتی ہے۔ یہ

طواف زیارت شرعاً معتبر ہوگا اور وہ پورے طور پر حلال ہو جائے گی۔ لیکن اس پر ایک بدنہ (بڑے جانور) کی قربانی بطور دم جنایت حدود حرم میں لازم ہوگی'' (مجلہ حج وعمرہ مطبوعہ اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا) ص/ ۵۸۱)۔

طواف افاضہ کے بعد:

طواف زیارت سے فارغ ہونے کے بعد دس ذی الحجہ کے اعمال ختم ہوجاتے ہیں۔ احرام کی پابندیاں بھی اٹھ جاتی ہیں۔ اب گیارہ اور بارہ ذی الحجہ میں جمرات کی رمی باقی ہے، جو منیٰ میں ادا کی جائے گی۔ اس لئے مسنون یہ ہے کہ آج ہی طواف زیارت سے فارغ ہوکر واپس منیٰ چلا آیا جائے، اور ظہر کی نماز منیٰ میں ہی پڑھی جائے اور منیٰ میں ہی قیام اور رات بسر کی جائے (المغنی ۱/ ۴۸۲، مناسک ملا علی قاری/ ۲۳۵)۔

امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک رمی کے دنوں کی راتیں منیٰ میں گذارنا واجب ہے (المجموع/ ۱۷۷، حاشیۃ العدوی ۱/ ۴۸۰)۔

چوتھی فصل:

حج کا چوتھا دن

یوم تشریق (گیارہ ذی الحجہ):

حنفیہ کے نزدیک گیارہ ذی الحجہ کی رات منیٰ میں گذارنا مسنون ہے۔لیکن اگر کوئی شخص منیٰ میں رات نہ بسر کرے تو ترک سنت ہوگا،کوئی جزاء لازم نہیں ہوگی۔ کیونکہ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں:

"إذا رميت الجمار فبت حيث شئت" (ابن ابی شیبہ)۔

(جب تم جمرات کی رمی کرلو تو جہاں چاہو رات بسر کرو)۔

رمی جمرات:

گیارہ ذی الحجہ کو منیٰ میں تینوں جمرات پر رمی کی جائے گی۔ پہلے جمرہ اولیٰ پر سات کنکریاں ماری جائیں گی۔ رمی کرنے کا جو مسنون طریقہ پیچھے بیان ہوا ہے، اسی طریقہ سے رمی کی جائے گی۔ البتہ سات کنکریاں مارنے کے بعد کچھ دیر ٹھہر کر ہاتھ اٹھا کر دعا کی جائے گی۔ پھر جمرہ وسطیٰ پر آ کر اسی طرح سات کنکریاں ماری جائیں گی، اور فارغ ہونے کے بعد ٹھہر کر ہاتھ اٹھا کر دعا کی جائے گی۔ پھر آخری جمرہ یعنی عقبہ پر اسی طرح رمی کی جائے گی۔ لیکن یہاں رمی کے بعد ٹھہرا نہیں جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے اسی طرح تینوں جمرات کی رمی فرمائی تھی۔ بخاری شریف میں ہے:

"أن رسول الله ﷺ كان إذا رمى الجمرة الاولى التي تلي

المسجد رماها بسبع حصيات يكبر مع كل حصاة ثم يقوم أمامها فيستقبل البيت رافعا يديه يدعو وكان يطيل الوقوف ثم يرمي الثانية بسبع حصيات يكبر مع كل حصاة ثم ينصرف ذات اليسار إلى بطن الوادى فيقف ويستقبل القبلة رافعاً يديه يدعو ثم يمضي حتى يأتى الجمرة التى عند العقبه فيرميها بسبع حصيات يكبر عند كل حصاة ثم ينصرف ولا يقف" (مسند احمد حدیث ۶۱۱۶)۔

(رسول اللہ ﷺ جب مسجد سے قریب والے جمرہ اولی کی رمی فرماتے تو اسے سات کنکریاں مارتے ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہتے، پھر اس کے سامنے کھڑے ہو جاتے اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے اور دیر تک ٹھہرے رہتے، پھر دوسرے جمرہ کو سات کنکریاں مارتے، ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہتے، پھر بطن وادی کی جانب بائیں طرف مڑ کر قبلہ رو کھڑے ہو جاتے اور دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر دعا مانگتے، پھر آگے بڑھ کر تیسرے جمرہ کے پاس آتے جو عقبہ کے قریب ہے وہاں سات کنکریاں مارتے، ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہتے، پھر لوٹ جاتے وہاں نہیں ٹھہرتے)۔

حکم:

گیارہ ذی الحجہ کو منیٰ میں تینوں جمرات کی رمی کرنا واجب ہے، اور اسی ترتیب سے ادا کرنا حنفیہ کے نزدیک مسنون ہے اور مالکیہ، حنابلہ اور شافعیہ کے نزدیک ضروری ہے (مناسک ملا علی قاری/۲۳۶، المجموع ۷/۱۶۹، المغنی ۲/۳۸۵، حاشیۃ العدوی ۱/۴۸۰)۔

وقت:

آج کی رمی کا مسنون وقت زوال کے بعد سے سورج ڈوبنے تک ہے اور دوسرے دن کے طلوع فجر تک وقت مکروہ ہے۔ اس کے بعد قضاء کا وقت ہے جو ایام تشریق کے آخری دن سورج ڈوبنے پر ختم ہوجائے گا۔ یہ رائے حنفیہ کی ہے۔ مالکیہ کے نزدیک ہر دن کے غروب کے ساتھ اس دن کی ادائیگی کا وقت ختم ہوجائے گا اور آخری ایام تشریق کے دن سورج ڈوبنے کے ساتھ قضاء کا وقت بھی ختم ہوجائے گا۔ جبکہ شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک آخری وقت ایام تشریق کے آخری دن تک ہے (المغنی ۲/ ۴۸۷، حاشیۃ العدوی ۱/ ۴۸۰، مناسک ملا علی قاری/ ۲۴۰)۔

گیارہ ذی الحجہ کو صرف تینوں جمرات کی رمی کرنی ہے اور منیٰ میں ہی رات گذارنی ہے۔

پانچویں فصل:

حج کا پانچواں دن

یوم تشریق دوم (بارہ ذی الحجہ):

یہ ایام تشریق کا دوسرا دن بارہ ذی الحجہ ہے۔ آج کے دن کی رمی بھی گیارہ ذی الحجہ کی طرح ہوگی۔ یعنی تینوں جمرات کی بالترتیب رمی کی جائے گی، اور رمی اس کے مسنون طریقہ پر کی جائے گی جو پیچھے مذکور ہوئی۔

یہ رمی بھی واجب ہے، اور اس میں ترتیب حنفیہ کے نزدیک مسنون ہے، آج کی رمی کا وقت مسنون بھی زوال کے بعد سے آفتاب ڈوبنے تک ہے، لیکن تیرہ ذی الحجہ کے طلوع فجر تک وقت مکروہ ہے۔ اور دیگر اوقات کی تفصیل بھی گیارہ ذی الحجہ کی طرح ہے۔

رمی کے بعد:

بارہ ذی الحجہ کو تینوں جمرات کی رمی سے فارغ ہونے کے بعد رمی کا وجوب مکمل ہوجاتا ہے۔ اب اگر حاجی چاہے تو واپس مکہ آسکتا ہے۔ اس واپسی کو ''نفر اول'' کہا جاتا ہے۔ آج مکہ واپس لوٹ جانے پر تیرہ ذی الحجہ کو منیٰ میں رمی کا حکم نہیں رہے گا۔

ائمہ ثلاثہ کے نزدیک بارہ ذی الحجہ کو سورج ڈوبنے سے پہلے پہلے منیٰ سے نکل جائے تب تو ٹھیک ہے، ورنہ سورج ڈوب جانے کے بعد تیرہ ذی الحجہ کو بھی حسب سابق طریقہ پر تینوں جمرات کی رمی کرنی ہوگی۔ حنفیہ کے نزدیک تیرہ ذی الحجہ کو طلوع فجر تک منیٰ سے مکہ واپس ہوجانے کی اجازت ہے، کیونکہ بارہ ذی الحجہ کی رمی کا وقت تیرہ کو طلوع فجر تک ہے۔ اگر تیرہ کو طلوع فجر

ہوجائے تب حنفیہ کے نزدیک بھی یہی حکم ہے کہ وہ تیرہ کو زوال کے بعد تینوں جمرات کی رمی کرے، اس کے بعد مکہ واپس آئے۔تیرہ کو رمی کے بعد لوٹنا ''نفر ثانی'' کہلاتا ہے۔اس پر حج کے مناسک پورے ہوجاتے ہیں (المغنی ۲/۴۸۶، المجموع ۷/۱۷۹، مناسک ملاعلی قاری/۲۴۴)۔

طواف وداع:

طواف وداع الوداعی طواف ہے۔اسے طواف صدر بھی کہتے ہیں۔جس کعبۃ اللہ کی زیارت ودید اور طواف سے اعمال حج کا آغاز کیا تھا، اب جب حج کے اعمال مکمل ہو رہے ہیں اور حاجی اپنے گھر کے لئے واپس ہو رہا ہے، شہر حرام سے رخصت ہوتے ہوئے آخری عمل اسی کعبۃ اللہ کا طواف ہونا چاہئے۔یہی تقاضائے عقل وقلب بھی ہے، اور رسول کریم ﷺ نے اسی کا حکم بھی دیا ہے-ارشاد ہے:

''لا ينفرن أحد حتى يكون آخر عهده بالبيت''(مسلم کتاب الحج حدیث ۲۳۵۰)۔

(تم میں سے کوئی شخص واپس ہو تو اس کا آخری عمل بیت اللہ کا طواف ہو)۔

یہ طوف وداع جمہور فقہاء یعنی حنفیہ، حنابلہ اور شافعیہ کے نزدیک واجب ہے۔اگر یہ چھوٹ جائے تو قربانی دینی ہوگی۔مالکیہ نے اسے صرف سنت کہا ہے (مناسک ملاعلی قاری/۲۵۲، المغنی ۲/۴۹۰، المجموع ۷/۱۸۵، حاشیۃ العدوی ۱/۴۸۲)۔

طواف وداع کن لوگوں کے لئے؟

لیکن یہ حکم صرف ان حجاج کے لئے ہے جو باہر سے آئے ہیں اور اب حج کے بعد مکہ سے واپس جارہے ہیں، جنہیں ''آفاقی حاجی'' کہا جاتا ہے۔مکہ مکرمہ سے باہر میقات میں رہنے والے بھی اسی حکم کے تحت آئیں گے، کیونکہ وہ بھی مکہ سے رخصت ہو رہے ہیں۔لیکن جو حجاج مکہ

مکرمہ کے رہنے والے ہوں ان کے لئے طواف وداع نہیں ہے، کیونکہ وہ الوداع نہیں لے رہے ہیں (مناسک ملاعلی قاری/ ۲۵۴)۔

حیض ونفاس والی عورت کے لئے طواف وداع:

جوخواتین حیض یا نفاس کے عذر میں مبتلا ہوجائیں ان کے لئے بھی طواف وداع کا حکم ختم ہوجاتا ہے، اس لئے کہ طواف کے لئے طہارت ضروری ہوتی ہے، خواتین کوحیض ونفاس کے عذر کی صورت میں رخصت دی گئی ہے کہ وہ اس طواف کے لئے پاکی کا انتظار نہ کریں بلکہ اس کے بغیر رخصت ہوجائیں (مناسک ملاعلی قاری/ ۲۵۴، المجموع ۷/ ۱۸۴، المغنی ۴/ ۳۹۰)۔

حضرت ابن عباسؓ حدیث نبوی روایت کرتے ہیں کہ:

''رخص للحائض أن تنفر إذا حاضت'' (بخاری کتاب الحیض حدیث ۳۱۸)۔

(آپ ﷺ نے حیض والی عورت کورخصت دی کہ وہ حیض کی حالت میں لوٹ جائے)۔

خود ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جب طواف افاضہ کے بعد حیض آ گیا اور رسول اللہ ﷺ سے اس کا ذکر کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''أحابستناهي؟فقالوا: إنها قد أفاضت، قال: فلا إذاً '' (بخاری کتاب الحج حدیث ۱۴۳۸)۔

(کیا یہ ہمیں روک دے گی؟ صحابہ نے عرض کیا: انہوں نے طواف افاضہ کرلیا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: تب ہمیں نہیں روکے گی)۔

طواف وداع کا وقت:

طواف وداع کا وقت طواف افاضہ کے بعد ہے۔ بہتر یہ ہے کہ گھر کے لئے واپسی کے وقت طواف وداع کیا جائے۔ لیکن اگر طواف وداع کے بعد بھی مکہ میں ٹھہر کر دیگر ضروریات میں مشغول رہے اور تاخیر سے واپسی ہو تو بھی وہ طواف کافی رہے گا۔ لیکن مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک صرف سفر کی تیاری کی حد تک مشغولیت تو روا ہے، اگر دوسری مشغولیت رہی تو واپسی کے وقت دوبارہ طواف وداع کرنا ہوگا (مناسک ملا علی قاری/ ۳۵۳، المغنی ۳/ ۴۹۱، المجموع ۷/ ۱۸۴)۔

طواف وداع کے بعد:

طواف وداع سے فارغ ہو کر کعبۃ اللہ کے دروازہ والی دیوار پر آجائیے۔ اسے ملتزم کہتے ہیں۔ یہ چمٹنے کی جگہ ہے۔ رسول کریم ﷺ اس جگہ تشریف لائے اور دیوار سے چمٹ گئے تھے (ابوداؤد)۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ نے اپنا سینہ، چہرہ اور ہتھیلیاں دیوار پر رکھ دیں اور انہیں خوب پھیلا لیا اور فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا (ابوداؤد)۔ لہذا اس جگہ اسی طرح چمٹ جائیے اور اپنے رب کے اس گھر کی چوکھٹ پر سر ڈال کر جو جی چاہے دعائیں مانگئے، حضرت ابن عباسؓ نے یہ دعا مانگی تھی:

پانچوار باب:

حج کے مسائل

پہلی فصل: اعمال حج کے درجات

☆ حج کے اعمال

☆ حج کے ارکان

☆ حج کے واجبات

☆ حج کی سنتیں

دوسری فصل: حج سے رکاوٹ (احصار)

☆ احصار

☆ احصار کب ہوتا ہے

☆ عمرہ سے احصار

☆ رکاوٹ کے اسباب

☆ احصار کے احکام

☆ احرام سے حلال ہونے کا طریقہ

☆ قربانی کا بدل

☆ حج وعمرہ کی قضا

☆ احصار کی جدید شکل

پہلی فصل:

اعمال حج کے درجات

حج کے اعمال:

حج کے اندر دس اعمال انجام دیئے جاتے ہیں، اور ان اعمال کو پورا کرنے سے حج مکمل ہوجاتا ہے۔لیکن ان سارے اعمال کی حیثیت یکساں درجہ کی نہیں ہے، بلکہ ان میں اہمیت اور درجہ کا فرق ہے، کچھ اعمال ایسے ہیں جو اگر چھوڑ دیئے جائیں تو ان کے بغیر حج ہو ہی نہیں سکتا، ایسے اعمال ارکان کہلاتے ہیں۔کچھ دوسرے اعمال کی حیثیت واجبات کی ہے، یہ کسی وجہ سے چھوٹ جائیں تو ان کی تلافی ہوسکتی ہے۔اگر کسی عذر کی وجہ سے یہ اعمال چھوٹ جاتے ہیں تو کوئی حرج نہیں ہے،لیکن اگر بلاعذر چھوٹے ہیں تو ان کی تلافی کے لئے قربانی دینی ہوتی ہے، ایک واجب کے چھوٹنے پر ایک قربانی ضروری ہوتی ہے۔ارکان اور واجبات کے علاوہ بعض اعمال سنن ہیں اور بعض مستحبات کہلاتے ہیں۔سنن اور مستحبات اگر چہ ارکان اور واجبات کی طرح ضروری نہیں ہوتے ،لیکن کسی عبادت کی ادائیگی کے لئے رسول اللہ ﷺ نے جس طریقہ کو پسند فرمایا اور اس کی ترغیب دی اس طریقہ پر عمل کرنے کے لئے سنن اور مستحبات کی پابندی کی جائے گی۔

ذیل میں پہلے حج کے دس اعمال اور ان کے درجات ذکر کئے جاتے ہیں۔

حج کے دس اعمال درج ذیل ہیں:

۱- احرام:

احرام کا طریقہ پیچھے بیان ہوچکا ہے،مختصر یہ کہ احرام کا لباس پہن کر دو رکعت نفل نماز کے بعد حج یا عمرہ کی نیت کی جائے گی، پھر تلبیہ کہا جائے گا، اس کے ساتھ ہی احرام شروع ہوجائے گا۔

احرام حج کے لئے فرض ہے۔

۲-مکہ میں بالائی حصہ سے داخل ہوکر مسجد حرام میں طواف قدوم:

طواف قدوم مسنون ہے۔

۳-طواف:

حج کے اندر تین قسم کے طواف ہوتے ہیں، پہلا طواف قدوم ہے، دوسرا طواف افاضہ اور تیسرا طواف وداع۔ طواف قدوم مسنون ہے، اور طواف وداع واجب ہے۔ البتہ طواف افاضہ حج کا رکن ہے۔

۴-صفاومروہ کے درمیان سعی:

یہ حج میں واجب ہے۔

۵-عرفات اور منیٰ میں وقوف:

آٹھ ذی الحجہ کو ظہر سے لے کر نو ذی الحجہ کے دن فجر تک کی نمازیں منیٰ میں پڑھی جائیں گی، نو ذی الحجہ کو طلوع آفتاب کے بعد عرفات میں آکر ظہر وعصر امام کے ساتھ اکٹھی پڑھی جائیں گی، اور وقوف کیا جائے گا۔

وقوف عرفہ حج کا رکن ہے، اور اس سے پہلے منیٰ میں ٹھہرنا صرف مسنون ہے۔

۶-مزدلفہ میں وقوف:

نو ذی الحجہ کو سورج ڈوبنے کے بعد عرفات سے چل کر مزدلفہ کے میدان میں آکر یہاں عشاء کے وقت میں مغرب وعشاء اکٹھی پڑھی جائیں گی، رات یہیں گذاری جائے گی، صبح فجر کی نماز بھی مزدلفہ میں ہی پڑھی جائے گی۔

مزدلفہ میں رات گذارنا مسنون ہے، لیکن دس تاریخ کو طلوع فجر کے بعد مزدلفہ میں وقوف کرنا واجب ہے۔

۷-رمی جمرات:

دس ذی الحجہ کو صرف جمرہ عقبہ پر رمی کی جائے گی، اس کے بعد دو یا تین دنوں میں تینوں جمرات کی رمی کی جائے گی۔

تینوں دنوں کی رمی واجب ہے۔

۸-قربانی:

دس ذی الحجہ کو رمی جمرات کے بعد قربانی کی جائے گی، یہ قربانی حج قران اور حج تمتع کرنے والے حاجی پر واجب ہے، اگر وہ قربانی نہ کر سکے تو اس کے بدلہ دس دن روزے رکھنے ہوں گے۔

۹-حلق یا تقصیر:

قربانی کے بعد مرد حاجی حلق کرائیں گے، وہ تقصیر بھی کرا سکتے ہیں۔عورتیں صرف تقصیر کرائیں گی۔اس کے بعد مکہ آ کر طواف افاضہ کیا جائے گا۔

یہ حلق یا تقصیر حج میں واجب ہے۔

۱۰-طواف وداع:

یہ بھی حج میں واجب ہے۔

حج کے ان دس اعمال میں سے کچھ اعمال ارکان ہیں، اور کچھ واجبات، جیسا کہ ہر عمل کے ساتھ اس کا درجہ بیان کیا گیا۔ذیل میں حج کے ارکان اور واجبات علاحدہ علاحدہ بیان کئے جاتے ہیں:

حج کے ارکان:

حج کے دو ارکان ہیں:

۱-وقوف عرفہ ۲-طواف زیارت

اگر ان دونوں میں سے کوئی ایک چھوٹ جائے تو حج نہیں ہوگا، ان دونوں میں بھی وقوف عرفہ کوزیادہ اہمیت حاصل ہے۔ کیونکہ اسے اگر اس کے وقت میں نہ کیا جا سکے تو اس کی تلافی کی کوئی صورت نہیں ہے۔ آئندہ اس حج کی قضاء کرنی ضروری ہوتی ہے۔ اس مسئلہ کی مزید تفصیل اسی باب کی دوسری فصل میں آ رہی ہے۔

حج کے واجبات:

حج کے اصل واجبات چھ ہیں:

۱-مزدلفہ میں وقوف کے وقت ٹھہرنا

۲-صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنا

۳-جمرات کی رمی کرنا

۴-حلق یا تقصیر کرانا

۵-حج قران اور حج تمتع کی صورت میں قربانی کرنا

۶-طواف وداع

دیگر واجبات اعمال:

اوپر کی سطور میں جن ارکان اور واجبات کا ذکر ہوا وہ حج کے ارکان اور واجبات ہیں۔ اور حج کی تکمیل کے لئے ان اعمال کی انجام دہی ضروری ہے۔ یہاں یہ بات پیش نظر رہنی چاہئے کہ مذکورہ بالا اعمال میں سے ہر اعمال کو انجام دینے کا ایک مخصوص طریقہ شریعت نے رکھا ہے۔ اس طریقہ کے مطابق ہی ہر عمل کو انجام دیا جائے گا، مثال کے طور پر جمرات پر رمی کس طرح کی جائے گی؟ وقوف عرفہ کا طریقہ کیا ہوگا؟ طواف کب مکمل مانا جائے گا اور کب نہیں؟ اس سے معلوم ہوا کہ ہر عمل کے لئے بھی کچھ شرائط، کچھ ارکان اور کچھ واجبات ہیں۔

مثلاً احرام سے متعلق کچھ شرائط اور واجبات ہیں، کچھ واجبات طواف سے متعلق ہیں

وغیرہ، یہ حج کے واجبات تو نہیں ہیں لیکن ان اعمال کا درست ہونا ان چیزوں پر منحصر ہے۔ اس لئے یہ ان اعمال کے واجبات وشرائط ہیں، ذیل میں ہر عمل سے متعلق شرائط اور واجبات کا تذکرہ کیا جاتا ہے:

احرام:

احرام کے صحیح ہونے کے لئے درج ذیل امور ضروری ہیں:

۱-نیت کرنا اور تلبیہ پڑھنا

۲-میقات سے احرام کی حالت میں ہونا

۳-احرام کی حالت میں جو چیزیں ممنوع ہیں ان سے بچنا

ان میں پہلی چیز احرام کے لئے شرط ہے اور بقیہ دونوں واجب ہیں۔

طواف:

طواف کے واجبات مندرجہ ذیل ہیں:

۱-نجاست (حدث اصغر اور حدیث اکبر) سے پاک ہونا

۲-ستر کے حصوں کو پوشیدہ رکھنا

۳-چلنے کی طاقت رکھنے والے کے لئے چل کر طواف کرنا

۴-کعبۃ اللہ کے دائیں جانب سے طواف کرنا

۵-طواف کا آغاز حجر اسود سے کرنا

۶-حطیم کے باہر سے طواف کرنا

۷-طواف کے بعد دو رکعت نفل نماز پڑھنا

سعی:

صفا ومروہ کے درمیان سعی کرنے میں درج ذیل چیزیں ضروری ہیں:

۱-صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرنا
۲-سعی کا طواف کے بعد ہونا
۳-سعی کا حالت احرام میں ہونا
۴-صفا سے شروع کرنا اور مروہ پر ختم کرنا
۵-سعی سے پہلے والے طواف کو پاکی کی حالت میں پورا کرنا
۶-اشہر حج (یعنی حج کے مہینوں) کے اندر سعی کا پایا جانا
۷-سعی کے اکثر حصہ کا پایا جانا
یہ سات چیزیں شرط کا درجہ رکھتی ہیں۔
۸-سعی میں سات چکر پورے کرنا
۹-غیر معذور کے لئے چل کر سعی کرنا
یہ دونوں واجب ہیں۔

وقوف عرفہ:

میدان عرفات میں وقوف کے لئے درج ذیل باتیں ضروری ہیں:
۱-حج کے احرام کی حالت میں ہونا
۲-میدان عرفات میں وقوف ہونا
۳-نو ذی الحجہ کے زوال سے لے کر دس ذی الحجہ کے طلوع فجر تک کے دوران وقوف کا پایا جانا
یہ چیزیں وقوف عرفہ میں شرط ہیں
۴-زوال سے لے کر سورج ڈوبنے کے بعد رات کے کچھ حصہ تک وقوف کرنا
یہ واجب ہے۔

وقوف مزدلفہ:

مزدلفہ کے میدان میں رات گذارنا مسنون ہے، البتہ دس ذی الحجہ کو طلوع فجر کے بعد وقوف کرنا واجب ہے۔

رمی جمرات:

رمی کے سلسلہ میں درج ذیل امور ضروری ہیں:

۱-کنکری کا جمرہ (چہاردیواری کے اندرون) میں گرنا

۲-کنکری مارنا، ڈالنا یا رکھنا درست نہیں ہوگا

۳-کنکری کا جمرہ کے اندر خود مارنے والے کے عمل سے گرنا، جمرہ کے باہر کسی اور جگہ سے ٹکرا کر جمرہ میں گرنا صحیح نہیں ہوگا

۴-ساتوں کنکریاں علاحدہ علاحدہ مارنا

۵-خود سے رمی کرنا

۶-کنکری کا مٹی کی جنس میں سے ہونا

یہ واجبات حج میں سے ہے۔

۷-ہر دن کی رمی اس کے وقت کے اندر کرنا

یہ چھ چیزیں رمی کے لئے شرط ہیں۔

۸-حلق کرانے سے پہلے رمی کرنا

حلق یا تقصیر:

۱-حلق یا تقصیر کا ایام نحر (یعنی دس تا بارہ ذی الحجہ) میں کرانا

۲-حرم کے اندر حلق یا تقصیر کرانا

یہ دونوں واجب ہیں۔

قربانی:

۱- ایام نحر کے اندر قربانی کی جائے

۲- قربانی حرم کے اندر ہو

یہ دونوں امور واجب ہیں۔

حج کی سنتیں:

حج میں درج ذیل اعمال مسنون ہیں:

۱- احرام کے لئے غسل کرنا

۲- طواف قدوم کرنا

یہ طواف صرف حج افراد اور حج قران کرنے والے حاجیوں کے لئے ہے۔

۳- ۸/ ذی الحجہ کو مکہ سے منیٰ آنا

یہ دن یوم الترویہ کہلاتا ہے، آج کے دن میں منیٰ میں آکر ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر کی پانچوں نمازیں یہاں پڑھنا مسنون ہے۔

۴- نو ذی الحجہ کی رات منیٰ میں گذارنا

یہ رات منیٰ میں گذار کر صبح فجر کی نماز کے بعد عرفات کے لئے روانگی ہوگی۔

۵- دس ذی الحجہ کی رات مزدلفہ میں گذارنا

۶- ایام تشریق کی راتیں منیٰ میں گذارنا

دس، گیارہ اور بارہ ذی الحجہ کو منیٰ کے میدان میں جمرات پر کنکریاں ماری جاتی ہیں، ان دنوں میں منیٰ میں ہی رات گذارنا مسنون ہے۔

۷- منیٰ سے مکہ واپسی میں وادی محصب میں ٹھہرنا

۸- حج کے تین خطبے

حج کے دوران تین خطبے دیا جانا مسنون ہے، پہلا خطبہ سات ذی الحجہ کو مکہ میں دیا جائے گا جس میں حج کے مناسک بتائے جائیں گے، اس میں صرف ایک خطبہ ہوگا جو ظہر کی نماز کے بعد دیا جائے گا۔ دوسرا خطبہ نو ذی الحجہ کو میدان عرفات میں نماز سے پہلے دو خطبے کی شکل میں دیا جائے گا، اور تیسرا خطبہ گیارہ ذی الحجہ کو منیٰ میں دیا جائے گا۔

حج میں یہ اعمال سنت مؤکدہ ہیں، ان کا حکم یہ ہے کہ ان میں سے کوئی عمل قصداً چھوڑنا برا ہے، لیکن ان کے چھوٹنے پر کوئی فدیہ وغیرہ لازم نہیں آتا ہے، جس طرح واجب عمل کے چھوٹنے پر قربانی کا فدیہ دینا ہوتا ہے۔

یہاں بھی یہ واضح رہے کہ یہ مذکورہ بالا امور حج کی سنتیں ہیں۔ پچھلے صفحات میں حج کے جن دس اعمال کا ذکر کیا گیا ہے ان میں سے ہر ہر عمل سے متعلق علاحدہ مسنون طریقے اور اعمال ہیں۔ گذشتہ ابواب میں حج کے ان اعمال پر گفتگو کے دوران ان کے مسنون طریقے اور آداب بیان کردیئے گئے ہیں۔

دوسری فصل:

حج سے رکاوٹ

احصار:

حج یا عمرہ کا احرام باندھ لینے کے بعد کوئی رکاوٹ ایسی پیش آ جائے جس کی وجہ سے حج یا عمرہ کی ادائیگی نہ ہو سکے، اس صورت حال کو شریعت کی اصطلاح میں "احصار" کہتے ہیں۔ یہ صورت مختلف اسباب کی وجہ سے پیش آ سکتی ہے۔ اور ایسی صورت حال پیش آ جانے پر احرام سے نکلنے اور آئندہ اس حج یا عمرہ کی قضاء کرنے سے متعلق شریعت نے مخصوص احکام رکھے ہیں۔ ذیل میں ان کی تفصیل پیش ہے۔

احصار کب ہوتا ہے:

حج میں جو اعمال اور مناسک ادا کئے جاتے ہیں ان کے بارے میں یہ بات بتائی جا چکی ہے کہ ان میں سے کچھ اعمال کی حیثیت ارکان کی ہے، کچھ اعمال واجبات کا درجہ رکھتے ہیں اور کچھ اعمال سنن و مستحبات ہیں۔ سنن کو چھوڑنا پسندیدہ نہیں ہے، لیکن ان کے چھوٹنے پر کوئی جزاء لازم نہیں آتی ہے، واجب چھوٹنے پر ایک قربانی کی جزاء لازم ہوتی ہے، اور اس طرح چھوٹنے والے واجب عمل کی تلافی ہو جاتی ہے۔ لیکن حج کے جو اعمال ارکان ہیں، ان پر ہی حج کا اصل دارومدار ہوتا ہے، اس لئے اگر وہ چھوٹ جائیں تو حج نہیں ہوتا ہے۔

حج کے ارکان صرف دو ہیں: **وقوف عرفہ** اور طواف زیارت۔ ان دو میں بھی **وقوف عرفہ** کو زیادہ اہمیت حاصل ہے، ایک حدیث میں رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

"الحج عرفة" (حج تو عرفہ ہے)۔

وقوف عرفہ کا وقت مقرر ہے، اس وقت کے اندر کسی لمحہ کے لئے میدان عرفات میں کسی بھی طرح کی موجودگی پالی جائے تو حج کا یہ اہم رکن مل جاتا ہے، لیکن اگر وقوف عرفہ کا پورا وقت نکل گیا اور اس میں کوئی شخص وقوف نہیں کر سکا تو اب حج فوت ہوگیا۔

طواف زیارت بھی حج کا رکن ہے، اور اس کے چھوٹنے سے بھی حج نہیں ہوگا، لیکن طواف زیارت اپنے وقت کے بعد بھی کیا جا سکتا ہے، ایام نحر یعنی دس تا بارہ ذی الحجہ کے اندر طواف زیارت کر لینا واجب ہے، اگر ایام نحر گذر جائیں تو واجب چھوٹنے کے جرمانہ میں ایک قربانی دینی ہوتی ہے، اس جرمانہ کے ساتھ کبھی بھی طواف زیارت کیا جا سکتا ہے۔

پس اس کا حاصل یہ ہے کہ حج کے دونوں ارکان میں پہلا رکن وقوف عرفہ ہی ایسا ہے جو اپنے وقت میں چھوٹ جائے تو اس کی تلافی کی صورت نہیں رہ جاتی، اور آئندہ اس حج کی قضاء لازم ہوجاتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''من وقف بعرفات بليل فقد ادرک الحج و من فاته عرفات بليل فليحل بعمرة و عليه الحج من قابل'' (دار قطنی - عن ابن عمر)۔

(جس نے رات میں عرفات کا وقوف کر لیا اس نے حج کو پا لیا اور جسے رات میں عرفات کا وقوف چھوٹ گیا وہ عمرہ کے ذریعہ حلال ہو جائے اور آئندہ اس پر ایک حج ہے)۔

اس تفصیل کے بعد یہ بات سمجھنا آسان ہوجاتا ہے کہ حج سے رکاوٹ یا شرعی اصطلاح میں احصار کب پیش آ سکتا ہے۔ اگر حج کا احرام باندھ لینے کے بعد کوئی ایسی رکاوٹ پیش آئے جو اسے وقوف عرفہ اور طواف زیارت سے روک دے تو ایسا شخص شریعت کی نظر میں ''محصر'' (رکا ہوا) ہے، اور یہ صورت احصار کی ہے۔

عمرہ سے احصار:

احصار جس طرح حج سے ہوتا ہے، اسی طرح عمرہ سے بھی پیش آ سکتا ہے، عمرہ کا رکن طواف ہے، اگر عمرہ کا احرام باندھ لینے کے بعد کوئی رکاوٹ ایسی پیش آ جائے جو عمرہ کے طواف سے روک دے تو یہ عمرہ سے احصار ہوا۔

حج یا عمرہ کا احصار ہو جائے تو احرام سے نکلنے کے لئے شریعت نے طریقہ متعین کیا ہے۔ قرآن کریم نے اس کے بارے میں یوں ذکر کیا ہے:

''فان أحصرتم فما استيسر من الهدي'' (سورۂ بقرۃ ۱۹۶)۔

(پھر اگر گھر جاؤ تو جو بھی قربانی کا جانور میسر ہوا سے پیش کر دو)۔

یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عمرہ کے ارادہ سے مدینہ سے روانہ ہو کر مقام حدیبیہ پہنچے اور وہاں مشرکین مکہ نے ان لوگوں کو اس سال عمرہ ادا کرنے سے روک دیا تو مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی، یہ احصار کی صورت تھی، اس موقع پر آپ ﷺ نے خود قربانی فرمائی اور حلق کرایا اور صحابہ کرام سے فرمایا:

''قوموا فانحروا ثم احلقوا'' (بخاری کتاب الشروط حدیث ۲۵۲۹)

(اٹھو قربانی کرو اور حلق کراؤ)۔

رکاوٹ کے اسباب:

حج سے رکاوٹ یا احصار کن اسباب سے ہو سکتا ہے؟

حنفیہ کے نزدیک احصار ہر اس سبب یا رکاوٹ سے ہو سکتا ہے جو اس شخص کو حج کے احرام میں مناسک جاری رکھنے سے روک دے، ایسے اسباب مختلف ہو سکتے ہیں، مثال کے طور پر کچھ اسباب درج ذیل ہیں:

دشمن: کوئی دشمن حج کرنے سے روک دے، خواہ وہ دشمن مسلم ہو یا کافر۔

گرفتاری: کسی وجہ سے احرام کے بعد اس شخص کو گرفتار کرلیا جائے اور اسے حج کرنے کی اجازت نہ دی جائے۔

درندہ: کوئی خطرناک درندہ رکاوٹ بن جائے اور وہ اس سے بچ کر نہ جاسکتا ہو۔

جسمانی عذر: مثلاً کوئی ہڈی ٹوٹ جائے یا پاؤں ٹوٹ جائے اور وہ چلنے کے قابل نہ رہ جائے۔

بیماری: کوئی ایسی بیماری لاحق ہوجائے جس کی وجہ سے کسی ماہر طبیب کی رائے کے مطابق وہ سفر نہ کر سکے۔

اخراجات کا خاتمہ: سفر کے اخراجات چوری ہوجائیں یا ختم ہوجائیں اور وہ کسی اور ذریعہ سے آگے سفر نہ کر سکے وغیرہ (مناسک ملاعلی قاری ۴۱۲)۔

یہ رائے حنفیہ کی ہے، مالکیہ، شافعیہ اور مشہور قول میں حنابلہ کی رائے یہ ہے کہ احصار صرف اس وقت ہوگا جب دشمن راستہ روک دے، یہی صورت شرعی احصار کی ہے جس میں مخصوص طریقہ پر احرام سے حلال ہوجانے کی اجازت ہے، دوسرے اعذار اور اسباب کی وجہ سے احصار نہیں ہوگا، بلکہ وہ شخص بیماری کے ختم ہونے یا عذر کے زائل ہونے کے بعد حج کو جاری رکھے گا، اگر گرفتاری کی صورت میں حج کا وقت نکل جائے تو بھی وہ آزاد ہوکر مکہ جائے گا اور عمرہ ادا کر کے احرام سے حلال ہوگا (المغنی ۳/ ۳۸۲)۔

جمہور احصار کو صرف دشمن کے ساتھ اس لئے مخصوص رکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو دشمنوں نے عمرہ ادا کرنے سے روکا تھا، اور قرآن کی آیت اسی واقعہ کے سلسلہ میں نازل ہوئی ہے، لیکن حنفیہ کا استدلال یہ ہے کہ قرآنی آیت کا حکم عام ہوتا ہے، خود آیت کے الفاظ عام ہیں، اور لغوی اعتبار سے احصار مرض و بیماری سے رکاوٹ کے معنی میں آتا ہے، نیز رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے کہ:

''من کسر أو عرج أو مرض فقد حل و علیه الحج من قابل'' (ابوداؤد کتاب المناسک حدیث ۱۵۸۷)۔

(جس کی ہڈی ٹوٹ جائے یا لنگڑا ہو جائے یا بیمار ہو جائے تو وہ حلال ہو جائے گا اور اس پر آئندہ حج کرنا لازم ہے)۔

احصار کے احکام:

جب احصار یعنی حج سے یا عمرہ سے رکاوٹ پائی جائے تو اب اس صورت حال سے متعلق دو احکام ہیں، ایک یہ کہ موجودہ احرام سے باہر آنے کا کیا طریقہ ہے؟ اور دوسرے یہ کہ اس حج یا عمرہ کی قضاء کے بارے میں کیا حکم ہے؟

احرام سے حلال ہونے کا طریقہ:

احرام کی حالت میں محرم شخص پر متعدد پابندیاں عائد رہتی ہیں، اب جبکہ وہ حج یا عمرہ سے روک دیا گیا ہے، اسے احرام کی پابندی سے نکلنا ہے، اس کے لئے قرآن کریم نے یوں طریقہ بتایا ہے:

''فان أحصرتم فما استیسر من الهدی ولا تحلقوا رؤوسکم حتی یبلغ الهدی محله'' (سورۂ بقرۃ:۱۹۶)۔

(پھر اگر گھر جاؤ تو جو بھی قربانی کا جانور میسر ہوا سے پیش کر دو اور جب تک قربانی اپنے مقام پر پہنچ جائے اپنے سر نہ منڈاؤ)۔

قرآنی طریقہ کے مطابق ایسے شخص پر لازم ہوگا کہ وہ ایک جانور حرم شریف بھیجے جو اس کے نام سے ذبح کیا جائے، اگر جانور مہیا نہ ہو تو قیمت بھیجے جس سے جانور خرید کر حرم میں ہی اس کی طرف سے ذبح کر دیا جائے۔ جانور کے ذبح ہوتے ہی وہ احرام کی پابندی سے نکل سکتا ہے۔ اب وہ حلق یا تقصیر کرالے۔

اس موقع پر یہ دیکھنا ضروری ہوگا کہ محرم شخص نے کس چیز کا احرام باندھ رکھا تھا؟ اگر صرف عمرہ کا احرام تھا تو ایک جانور کی قربانی کرائی جائے گی، اگر صرف حج کا احرام تھا تو بھی

صرف ایک قربانی کافی ہوگی۔لیکن اگر حج قران کا احرام تھا جس میں ایک ساتھ عمرہ اور حج دونوں کے احرام ہوتے ہیں، تو ایسے شخص کو عمرہ اور حج دونوں کے احرام سے حلال ہونے کے لئے دو قربانی حرم شریف میں کرانی ہوگی۔جانور سے مراد بھیڑ، بکری وغیرہ ہیں، یا بڑے جانور میں ایک حصہ بھی ایک قربانی بن سکتی ہے۔ اس قربانی کے لئے ضروری ہے کہ حرم میں ہی جانور ذبح کیا جائے۔اور محصر شخص اسی وقت احرام سے حلال ہوگا جب حرم میں قربانی ہوجائے گی (مناسک ملا علی قاری ۴۱۸)۔

شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک حج قران کے احرام میں عمرہ کا احرام حج میں داخل ہوجاتا ہے، اس لئے اس میں ایک ہی احرام کا حکم رہتا ہے، لہذا ایسا شخص بھی ایک ہی قربانی بھجوائے گا (المجموع ۸/۲۳۰)۔

قربانی کا بدل؟

حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک احصار کی صورت میں واجب ہونے والی قربانی کا کوئی بدل نہیں ہے، اس لئے کہ قرآن میں منصوص طور پر قربانی ہی کا حکم ہے، اور خود رسول اللہ ﷺ نے حدیبیہ کے موقع پر قربانی ہی فرمائی تھی۔حنابلہ کی رائے ہے کہ اگر کوئی شخص قربانی بھیجنے پر قادر نہ ہو تو اس کے بدلہ وہ دس دنوں کے روزے رکھے گا، تین دنوں کے روزے حج کے اندر اور سات دن گھر واپس آنے کے بعد (المغنی ۳/۵۸۵)۔

شافعیہ کا مسلک یہ ہے کہ اگر قربانی کی قدرت نہ ہو تو ایک بکری کی قیمت لگائی جائے گی اور اس قیمت کا غلہ خرید کر صدقہ کرے گا، اگر یہ بھی نہ کر سکے تو اس غلہ میں سے ہر ایک مد کے مقدار کے بدلہ ایک دن روزہ رکھے گا اور روزہ والی صورت میں فی الحال ہی وہ احرام سے حلال ہوجائے گا (المجموع ۳/۲۸۰)۔

اگر احصار کی صورت میں کوئی شخص وقوف عرفہ کا وقت نکل جانے کے بعد حرم آنے پر

قادر ہوتو وہ عمرہ ادا کر کے احرام سے حلال ہوجائے گا، ایسی صورت میں اس پر قربانی لازم نہیں رہے گی۔صرف حج کی قضاء باقی رہے گی۔

حج وعمرہ کی قضا:

محصر شخص کے بارے میں دوسرا حکم چھوٹے حج یا عمرہ کی قضاء سے متعلق ہے۔

اگر صرف عمرہ کا احرام تھا، اور عمرہ کا احصار پایا گیا تھا تو اس وقت تو قربانی کر کے احرام سے حلال ہولیا گیا تھا، تو اب وہ جب موقع پائے اس عمرہ کی قضاء کرے گا، عمرہ کی قضاء کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں ہے، عمرہ کا وقت ہمیشہ رہتا ہے، جب چاہے وہ قضا کر لے۔

اگر احصار حج کے احرام میں پیش آیا تھا اور اس نے حرم میں قربانی کرا کر احرام ختم کیا تھا تو اب وہ آئندہ سال ایک حج اور ایک عمرہ بطور قضاء انجام دے گا۔ حج کی قضا تو اس لئے لازم ہوگی کہ اس نے حج کا احرام باندھ کر حج شروع کر دیا تھا، لہذا وہ حج اس پر لازم ہوگیا، اس کی قضاء کرنے سے ہی ختم ہوگا اور ساتھ میں ایک عمرہ اس لئے لازم ہوگا کہ جس شخص کا حج چھوٹ جائے تو اس کو عمرہ کے ذریعہ احرام سے حلال ہونا ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ:

''من فاته عرفات فاته الحج فليحل بعمرة وعليه الحج من قابل''(دارقطنی)۔

(جس سے عرفات کا وقوف چھوٹ جائے اس کا حج چھوٹ گیا وہ عمرہ کے ذریعہ حلال ہو جائے، اس پر آئندہ حج لازم ہے)۔

لیکن چونکہ یہ شخص عمرہ بھی نہیں کر سکا تھا، بلکہ قربانی کا جانور بھیج کر احرام سے حلال ہوا تھا اس لئے اسے اب ایک عمرہ بھی کرنا ہوگا۔

اسی لئے اگر محصر شخص اس بات پر قادر ہو کہ حرم جا کر عمرہ کر سکے تو وہ عمرہ کر کے ہی احرام کھولے گا، اس صورت میں اس پر قربانی بھی لازم نہیں رہے گی، اور آئندہ سال قضاء میں صرف حج کرنا ہوگا، عمرہ نہیں (ہدایہ کتاب الحج، ص ۲۷۴)۔

احصار کی جدید شکل:

آج کل احصار کی ایک جدید شکل بالخصوص ان لوگوں کو پیش آتی ہے جو سعودی عرب میں مقیم ہوتے ہیں اور وہاں کے قیام سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ہر سال حج کی سعادت حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ حکومت سعودی عرب انتظامی ضوابط کے مطابق ہر سال حج کرنے سے روکتی ہے تاکہ حاجیوں کی محدود تعداد رہے اور ان کے لئے بہتر انتظامات کئے جاسکیں، اس لئے ان ضوابط کی خلاف ورزی کرتے ہوئے احرام باندھ کر حج کے لئے روانہ ہونے والوں کو وہاں کی پولیس پکڑ کر واپس کر دیتی ہے۔

اس جدید صورت حال پر اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا نے اپنے سمینار میں غور کیا اور ایسی صورت کو بھی شرعی احصار قرار دیا، ذیل میں اس صورت سے متعلق سوال وجواب پیش ہے:

دنیا بھر سے لاکھوں حجاج موسم حج میں مکہ پہنچتے ہیں اور مناسک حج ادا کرتے ہیں۔

الف: حج کے جملہ انتظامات کی ذمہ داری حکومت سعودیہ پر ہے، حج ایک اجتماعی عبادت ہے، اس کو نظم وضبط کے ساتھ ادا کیا جانا ضروری ہے، لاکھوں انسانوں کے قیام وسفر، ان کی صحت، جان ومال کا تحفظ بغیر نظم وضبط کے ممکن نہیں ہے، ایسے حالات میں حکومت سعودیہ بہت سی انتظامی پابندیاں عائد کرتی ہے جس سے حاجیوں کی تعداد اتنی رکھی جاسکے جس کا انتظام بہتر طور پر ہو سکے، حکومت سعودیہ کے انتظامی احکامات کی پابندی تمام ہی لوگوں پر ضروری ہے، یہ امر بالمعروف ہے جس کی اطاعت لازم ہے، لہذا حکومت سعودیہ کے احکام وضوابط کے مطابق سعودیہ میں مقیم مسلمانوں کو اگر ہر سال حج کرنے سے منع کیا جائے تو اس کی پابندی شرعاً ضروری ہے۔

ب: اگر کوئی شخص ان پابندیوں کی مخالفت کرتے ہوئے بھی احرام حج باندھ کر میقات سے آگے بڑھ جائے اور پھر پکڑا جائے اور اسے انتظامیہ واپس کردے تو اس کا حکم وہی ہوگا جو شرعاً محصر عن الحج کا ہے یعنی اسے حرم میں ایک دم دینا واجب ہوگا، اور جس تاریخ اور جس وقت پر حرم میں اس کی طرف سے دم احصار ادا کیا جائیگا اس وقت وہ احرام کی پابندیوں سے باہر آسکے گا۔

[اسلامک فقه اکیڈمی (انڈیا) کے دسویں
سمینار میں حج اور عمرہ سے متعلق نئے
مسائل پر کئے گئے علماء اسلام کے متفقہ
شرعی فیصلے]

حج وعمرہ کے مسائل

۱- حج اسلام کا ایک اہم رکن ہے، جو عمر بھر میں ایک ہی دفعہ فرض ہے، عام طور پر حجاج کو اس کے لئے طویل سفر کی مشقت بھی اٹھانی پڑتی ہے اور کثیر اخراجات بھی برداشت کرنے ہوتے ہیں، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس کا اجر وثواب بھی بے حد رکھا ہے اور آپ ﷺ نے اس عبادت کو ایک طرح کا جہاد قرار دیا ہے، پس حجاج کو چاہئے کہ وہ اس راہ کی مشقتوں کو ایک سعادت سمجھ کر برداشت کریں، افعال حج میں زیادہ سے زیادہ احتیاط کے پہلو کو ملحوظ رکھیں اور جن مسائل میں فقہاء کے درمیان اختلاف رائے ہے اور ایک میں توسع اور دوسرے میں احتیاط کا پہلو ہے، تو ایسی صورت حتی الوسع اختیار کرنے کی کوشش کریں کہ اس کا عمل دونوں ہی آراء کے مطابق درست قرار پائے، اور اس عظیم عبادت کی انجام دہی میں تن آسانی اور سہل انگاری سے بچا جائے۔

۲- حدود میقات سے باہر رہنے والے ہوں یا مکہ اور حل میں رہنے والے، اگر حدود میقات کے باہر سے مکہ کی نیت کرکے میقات سے آگے بڑھیں تو ان پر لازم ہے کہ وہ احرام باندھ کر ہی میقات سے آگے بڑھیں، خواہ وہ حج اور عمرہ کی نیت سے جائیں یا کسی اور مقصد سے۔

موجودہ حالات میں جبکہ تجار، دفاتر میں کام کرنے والے ٹیکسی چلانے والے اور دیگر پیشہ وارانہ کام کرنے والے کبھی ہر روز، کبھی ہر دوسرے تیسرے دن، اور بعض لوگوں کو تو ایک دن میں ایک سے زیادہ دفعہ حرم میں داخل ہونا پڑتا ہے، ایسی حالت میں اس طرح کے لوگوں کو ہر بار احرام اور اداءعمرہ کی پابندی بے حد مشقت طلب اور دشوار ہے، اس لئے ان حضرات کے لئے بغیر احرام باندھے حدود حرم میں داخلہ کی گنجائش ہوگی۔

۳- جو لوگ مکہ کے اصلاً رہنے والے ہیں یا وہاں مقیم ہیں، اصلاً ان کے لئے تمتع نہیں ہے، اس لئے انہیں اشہر حج میں عمرہ نہیں کرنا ہے، وہ شخص جس پر اس سال حج فرض ہے اور وہ اس سال حج کا ارادہ رکھتا ہے اسے اشہر حج میں میقات کے باہر جانے سے پرہیز کرنا چاہئے، اور اگر وہ تجارتی، دفتری اور اپنی پیشہ وارانہ مجبوریوں کے باعث باہر جانے پر مجبور ہے تو وہ تجویز (۲) پر عمل کرتے ہوئے میقات سے اندر داخل ہوتے ہوئے احرام نہ باندھے اور عمرہ نہیں کرے۔

مکہ میں مقیم سے مراد وہ لوگ ہیں جو اشہر حج کے شروع ہونے سے قبل صحیح طریقہ سے مکہ میں آ کر مقیم ہوگئے یا کم از کم ایک سال سے وہاں اقامت پذیر ہوں۔

۴- تمتع کرنے والے آفاقی حجاج حج کا احرام باندھنے سے پہلے مزید عمرہ کر سکتے ہیں۔

۵- رمی جمرات کے سلسلہ میں عام طور پر آج کے زمانہ میں حجاج میں جو بات رواج پا رہی ہے کہ وہ معمولی اعذار بلکہ بغیر عذر بھی خود رمی کو نہیں جاتے اور دوسروں کو نائب بنا دیتے ہیں، جملہ علماء اس پر متفق ہیں کہ اس صورت میں حج کا ایک واجب ترک ہو جاتا ہے، یہ نیابت شرعاً معتبر نہیں ہے اور ایسا کرنے والے پر دم واجب ہے، ہاں وہ لوگ جو جمرات تک چل کر جانے کی طاقت نہیں رکھتے یا بہت مریض اور کمزور ہیں ایسے لوگوں کے لئے نائب بنانا جائز ہے۔

۶- محض ازدحام عذر نہیں ہے، اس کا بہتر حل یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اس ازدحام میں جا کر رمی کرنے کا متحمل نہیں تو وہ وقت مسنون کے بعد وقت جواز بلکہ زیادہ دشواری میں وقت کراہت میں بھی رمی کرسکتا ہے، اس کے لئے یہ مکروہ بھی نہیں ہوگا۔

۷- حنفیہ کے قول راجح کے مطابق ۱۰ ذی الحجہ کے مناسک میں رمی، ذبح اور حلق کو ترتیب کے ساتھ انجام دینا واجب ہے، اور صاحبین اور اکثر فقہاء کے یہاں مسنون ہے جس کی خلاف ورزی سے دم واجب نہیں، حجاج کو چاہئے کہ جہاں تک ممکن ہو ترتیب کی رعایت کو ملحوظ رکھیں تاہم ازدحام اور موسم کی شدت، اور مذبح کی دوری وغیرہ کی وجہ سے صاحبین اور دیگر ائمہ کے قول پر عمل کرنے کی گنجائش ہے، لہذا اگر یہ مناسک ترتیب کے خلاف ہوں تو بھی دم واجب نہیں ہوگا۔

۸- دنیا بھر سے لاکھوں حجاج موسم حج میں مکہ پہنچتے ہیں اور مناسک حج ادا کرتے ہیں۔

الف: حج کے جملہ انتظامات کی ذمہ داری حکومت سعودیہ پر ہے، حج ایک اجتماعی عبادت ہے، اس کو نظم وضبط کے ساتھ ادا کیا جانا ضروری ہے، لاکھوں انسانوں کے قیام وسفر، ان کی صحت، جان ومال کا تحفظ بغیر نظم وضبط کے ممکن نہیں ہے، ایسے حالات میں حکومت سعودیہ بہت سی انتظامی پابندیاں عائد کرتی ہے جس سے حاجیوں کی تعداد اتنی رکھی جا سکے جس کا انتظام بہتر طور پر ہو سکے، حکومت سعودیہ کے انتظامی احکامات کی پابندی تمام ہی لوگوں پر ضروری ہے، یہ امر بالمعروف ہے جس کی اطاعت لازم ہے، لہذا حکومت سعودیہ کے احکام وضوابط کے مطابق سعودیہ میں مقیم مسلمانوں کو اگر ہر سال حج کرنے سے منع کیا جائے تو اس کی پابندی شرعاً ضروری ہے۔

ب: اگر کوئی شخص ان پابندیوں کی مخالفت کرتے ہوئے بھی احرام حج باندھ کر میقات سے آگے بڑھ جائے اور پھر پکڑا جائے اور اسے انتظامیہ واپس کردے تو اس کا حکم وہی ہوگا

جو شرعاً محصر عن الحج کا ہے یعنی اسے حرم میں ایک دم دینا واجب ہوگا، اور جس تاریخ اور جس وقت پر حرم میں اس کی طرف سے دم احصار ادا کیا جائیگا اس وقت وہ احرام کی پابندیوں سے باہر آ سکے گا۔

۹- اگر اصطلاحِ شرع کے مطابق واقعی حج بدل ہو تو اس صورت میں عام اصول کے مطابق حج افراد ادا کیا جانا چاہئے، لیکن حج بدل کرنے والے کو چاہئے کہ حج بدل کرانے والے کو مسئلہ سمجھا کر اس سے حج تمتع یا مطلق حج کی اجازت حاصل کر لے، اگر کسی وجہ سے اس نے اس کے لئے اجازت نہیں لی تو چونکہ عام طور سے حج تمتع کیا جاتا ہے، خود حج کرانے والا اگر حج کرتا تو سہولت کی بنیاد پر حج تمتع کرتا، لہذا عرف و عادت کے پیش نظر مامور کے لئے حج تمتع کی اجازت ہوگی، اس صورت میں میقات سے عمرہ کا احرام بھی آمر کی طرف سے کرنا ہوگا اور اس صورت میں دم شکر بھی آمر کے خرچ سے ادا کیا جائے گا۔

۱۰- اگر طواف زیارت سے قبل کسی عورت کو حیض یا نفاس آجائے اور اس کے طے شدہ پروگرام کے مطابق اس کی گنجائش نہ ہو کہ وہ حیض یا نفاس سے پاک ہو کر طواف زیارت کر سکے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ ہر طرح اس کی کوشش کرے کہ اس کے سفر کی تاریخ آگے بڑھ سکے تاکہ وہ پاک ہو کر طواف زیارت ادا کرنے کے بعد اپنے گھر واپس جا سکے، لیکن اگر ایسی ساری ہی کوششیں ناکام ہو جائیں اور پاک ہونے سے پہلے اس کا سفر ناگزیر ہو جائے تو ایسی حالت میں وہ طواف زیارت ادا کر سکتی ہے، یہ طواف زیارت شرعاً معتبر ہوگا، اور وہ پورے طور پر حلال ہو جائیگی، لیکن اس پر ایک بدنہ (بڑے جانور) کی قربانی بطور دم جنایت حدود حرم میں لازم ہوگی۔

۱۱- سفر حج میں کسی خاتون کے شوہر کا انتقال ہو گیا اور اس نے ابھی احرام نہیں باندھا ہے اور اس کے لئے وطن واپسی ممکن ہے تو وہ اپنے وطن واپس جا کر عدت گزارے، اور اگر احرام

باندھ چکی ہے یا واپسی کا سفر دشوار ہے تو وہ ایام عدت میں حج وعمرہ ادا کر لے۔

۱۲- حج کا سفر کرنے والا ایام حج سے اتنا پہلے مکہ مکرمہ پہنچ رہا ہے کہ مکہ مکرمہ میں پندرہ یوم قیام سے پہلے ہی حج شروع ہوجاتا ہے اور منیٰ چلا جاتا ہے تو وہ مسافر ہوگا، اسے چار رکعت والی نمازوں میں قصر کرنا ہوگا۔

۱۳- بلاد عرب میں عموماً وتر کی تین رکعتیں دو سلام سے ادا کی جاتی ہیں، احناف کے لئے بھی ایسے امام کی اقتداء میں نماز وتر ادا کرنے کی گنجائش ہے، اگر امام وتر کی تین رکعتیں دو سلام سے ادا کرے تو حنفی مقتدی دو رکعت کے بعد سلام نہ پھیرے اور امام کے ساتھ تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہوجائے۔